عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۱۱تا۱۸/شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶تا۲۳/ستمبر ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۳۵

حضرت ورخواستی رحمہ اللہ اور تحفظ ختم نبوت

تقلید فرنگی کا بہانہ

آوازۂ تجدید

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا؟

غیر مسلم محققین کے تاثرات

مسلمان کی شان امتیازی

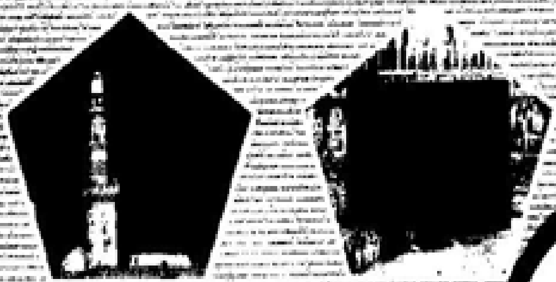

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

قرآن کریم مسجد سے گھر لے جانا:

س:..... ہماری مسجد میں ۲۰۰ قرآن ہیں' پڑھنے والے یومیہ صرف تیرہ آدمی ہوتے ہیں۔ رمضان میں لوگ نئے قرآن لاکر رکھ دیتے ہیں' الماری میں جگہ نہیں ہوتی' لہٰذا پچھلے سال کے قرآن بوری میں ڈال دیتے ہیں تاکہ سمندر میں ڈال دیا جائے' ہر مسجد میں کم و بیش یہی حال ہے۔ قرآن ضرورت سے زائد ہیں۔ ان کو بوری میں ڈالنے کے بجائے اگر لوگوں کے گھروں میں تقسیم کردیے جائیں تو لوگ منع کرتے ہیں کہ مسجد کا مال آپ گھروں میں کیوں تقسیم کرتے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسجد سے قرآن اٹھا کر لوگوں میں تقسیم کرسکتے ہیں تاکہ بوری میں ڈالنے اور ضائع ہوجانے سے بچ جائیں؟ جب کہ یہ قرآن مکمل محفوظ ہوتے ہیں؟

ج:..... جو قرآن مجید مسجد کی ضرورت سے زائد ہیں' باہر چھوٹے دیہات میں بھجوا دیے جائیں جہاں قرآن مجید کی کمی ہوتی ہے۔

جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے کا کفارہ:

س:.....ایک مدت سے ذہنی کشمکش میں گرفتار ہوں' آپ سے رہنمائی کا طالب ہوں' قرآن و حدیث کی روشنی میں مجھے میرے مسئلے کا حل بتائیں۔ میرا شمار ماہر ڈاکٹروں میں ہوتا ہے' کچھ عرصے پہلے تک میں دین سے نابلد تھا' تین سال قبل میں ایف آر سی ایس کرنے لندن گیا' وہاں انڈیا سے آئی ہوئی تبلیغی جماعت سے سامنا ہوگیا' اس کے بعد سے میری دنیا بدل گئی۔ حرام' حلال کا ادراک ہوا' آپ کا کالم بڑی باقاعدگی سے پڑھتا ہوں' پچھلے دنوں حرام کی کمائی کے متعلق آپ کا جواب پڑھا کہ کس طرح گھرانے کا سربراہ اپنے پورے گھر کو حرام کی کمائی کھلا رہا ہے اور آپ نے جس طرح دوراندیشی سے اس کی بیوی کو حل بتایا کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر چلاؤ۔ میں اسی دن سے سخت مضطرب ہوں' میری کہانی یہ ہے کہ بظاہر اچھے نمبر ہونے کے باوجود جب کراچی میں میڈیکل میں داخلہ نہیں ملا تو میں نے جعلی ڈومیسائل بنا کر پنجاب میں ڈاکٹری میں داخلہ لے لیا اور وہاں ہی سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ اب ذہن میں یہ کشمکش ہے کہ چونکہ میں نے ڈومیسائل بنواتے وقت حلف نامہ داخل کیا کہ میں لاہور میں پیدا ہوا ہوں' جو کہ جھوٹا حلف نامہ تھا۔ اس کے بعد مستقل رہائش یعنی پی آر سی بھی میں نے داخل کیا' اس کے لئے بھی جھوٹا حلف نامہ داخل کیا' تیسری غلطی یہ کی کہ جب ڈاکٹری کا فارم بھرا تو اس میں بھی جھوٹے حلف نامے داخل کئے' لاہور کے جھوٹے ایڈریس لکھے' اب آپ مجھے قرآن و حدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں کہ ڈگری حاصل کرنے کے لئے میں نے حلال اور حرام میں تمیز نہیں کی' جھوٹے حلف نامے داخل کئے' جھوٹ پر مبنی سرٹیفکیٹ (ڈومیسائل اور پی آر سی) جمع کرائے' اگر میں یہ سب کچھ نہ جمع کراتا تو آج ڈاکٹر نہ ہوتا' نہ ہی داخلہ ملتا' اب یہ سب کچھ کرنے کے بعد جو مجھے ڈگری عطا ہوئی ہے' اس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا حرام کمائی میں شمار ہوگا یا حلال کمائی کہلائے گی؟ آپ مجھے آگاہ کریں کہ آیا میری کمائی جو ڈاکٹری کے پیشے سے ہوئی ہے وہ حلال ہے یا نہیں؟ اگر حلال نہیں تو میں کچھ اور کام کرکے اپنے اہل و عیال کو حلال کمائی کھلا سکوں۔

ج:..... آپ نے جھوٹے حلف نامے داخل کئے' ان کا آپ پر وبال ہوا' جن سے توبہ لازم ہے' جھوٹی قسم کھانا شدید ترین گناہ ہے' اس کے لئے آپ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر توبہ کریں۔ جہاں تک آپ کی ڈاکٹری کا تعلق ہے' اگر آپ نے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا ہے اور اس میں کوئی گھپلا نہیں کیا اور آپ میں صحیح طور پر ڈاکٹری کی استعداد موجود ہے تو آپ کا یہ ڈاکٹری کا پیشہ جائز ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

جلد: ۲۴ شمارہ: ۳۵ ۱۱ تا ۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲/ ستمبر ۲۰۰۵ء

مولانا عزیز الرحمن جالندھری مولانا محمد اکرم طوفانی مولانا اللہ وسایا

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر محمد انور کرانا
ناظم اشاعت جمال عبدالناصر زاہد
قانونی مشیر حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میئو ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائن محمد راشد محترم
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

	(اداریہ)	4
معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	(مفتی محمد طاہر مکی)	6
حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ اور تحفظ ختم نبوت	(مولانا سعید الرحمن درخواستی)	10
دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا؟	(مولانا حبیب الرحمن عثمانی)	13
مسلمان کی شان امتیازی	(مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)	17
آوازۂ تجدید.....تقلید فرنگی کا بہانہ	(مولانا سلیم اللہ خان)	21
نو مسلم محمد الیاس کے تاثرات	(مولانا مسعود حسن حسنی ندوی)	24
حافظ اللہ بخش بھی اللہ کو پیارے ہوگئے	(مولانا محمد علی صدیقی)	26

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک فی شمارہ: ۷ روپے ششماہی: ۱۸۰ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک، مین برانچ، کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲، ۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

پبلشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

جاں نثاران ختم نبوت سے

بھرپور تعاون جاری رکھیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علماء حق کا وہ قافلہ ہے، جن کے قائدین کی نسبت مختلف واسطوں سے ہوتی ہوئی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ اول کے واسطہ سے نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر زد لگانے والوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اسود عنسی کے جب جھوٹے دعویٰ نبوت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو حکم دیا کہ اس شخص کو واصل جہنم کر دیا جائے۔ حضرت فیروز دیلمیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی جس وقت تعمیل کی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فاز فیروز“ (فیروز کامیاب ہوئے)۔ پہلا جھوٹا مدعی نبوت واصل جہنم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب اور بعض دوسرے لوگوں نے جن میں ایک سجاح نامی عورت بھی شامل تھی نے جھوٹا دعویٰ نبوت ہی نہیں کیا بلکہ لشکر ترتیب دے کر مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باوجود تمام تر مشکلات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لشکر ترتیب دیا اور مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروؤں کو جہنم رسید کیا۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس سنت پر امت نے عمل کرتے ہوئے تقریباً ۴۰ جھوٹے مدعیان نبوت کو جہنم رسید کیا۔ برصغیر میں جب انگریزوں کے ایماء پر مرزا غلام احمد قادیانی نے مجددیت سے شروع ہو کر مسیح موعود اور پھر جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے ان کے کفر کا فتویٰ جاری کر کے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اس فتویٰ کی توثیق دارالعلوم دیوبند کی جانب سے ہوئی تھی۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر علماء کرام نے بھی اس فتویٰ کی توثیق کی۔ علماء اسلام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ لدھیانہ میں جب مرزا غلام احمد قادیانی آیا تو مولانا عبداللہ لدھیانوی نے برسرعام اس کو للکارا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا اور راہ فرار اختیار کی۔ دوسری جگہوں پر مناظروں میں اس کا یہی حشر ہوا۔

غرض علماء کرام نے نسبت صدیقی کی لاج رکھتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ۱۹۳۰ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے اس فتنے کی شرانگیزیوں کو محسوس کر کے لاہور میں پانچ سو سے زائد علماء کرام کو جمع کیا اور قادیانیت کے خلاف کام کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قادیان جا کر مرزا قادیانی کی ذریت کو للکارا۔ مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان نے قادیان میں رہ کر اس فتنہ کا تعاقب کیا۔ علامہ اقبال مرحوم کو مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اس فتنہ کے خلاف کام کرنے پر آمادہ کیا۔ غرض تحریک آزادی کے ساتھ قافلہ علماء حق قادیانیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرتا رہا تا آنکہ پاکستان قائم ہوا۔ قادیانیوں نے سازشوں سے کشمیر کو پاکستان میں شامل ہونے نہیں دیا۔ ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان کا مقدمہ خراب کیا اور پاکستان بننے کے بعد تمام سفارت خانوں میں قادیانیوں

کو بھرتی کرکے قادیانیت کی تبلیغی سرگرمیوں کے مراکز ان سفارت خانوں کو بنادیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دیگر علماءؒ کرام میدان عمل میں اترے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے ناپاک عزائم کو ناکام کیا اور ۱۹۵۳ء میں دس ہزار سے زائد نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا اور ایک لاکھ سے زائد علماءؒ کرام پابند سلاسل ہوئے۔ امیر شریعتؒ کی رحلت کے بعد قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ امیر منتخب ہوئے اور اپنے اپنے حصے کا کام کرکے دربار خداوندی میں سرخرو ہوکر پہنچتے رہے تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ امیر منتخب ہوئے اور عجیب بات یہ کہ اسی دوران مولانا مفتی محمودؒ قومی اسمبلی میں جمعیت علماءؒ اسلام کے پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے حزب اختلاف میں اہم کردار ادا کررہے تھے کہ (ربوہ) چناب نگر اسٹیشن پر مرزا طاہر قادیانی اپنے ہزاروں غنڈوں سمیت نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلباءؒ پر حملہ آور ہوا اور ان کو مار مار کر ادھ موا کردیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس پر سراپا احتجاج بن گئی۔ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی اور پوری قوم عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں اتر آئی۔ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو فرمایا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کو پھر شرارت سوجھی۔ کلمہ طیبہ کی توہین کرنا شروع کی، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم، مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ شہیدؒ، مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر علماءؒ کرام کے ہمراہ میدان عمل میں اترے۔ اسلام آباد میں دھرنے کا فیصلہ ہوا، جاں نثاران ختم نبوت اپنے اکابر کے شانہ بشانہ موجود رہے بالآخر جنرل ضیاء الحق مرحوم امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا۔ قادیانیوں نے انگلینڈ، یورپ اور افریقہ کا رخ کیا تو مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور مولانا منظور احمد الحسینیؒ نے قادیانیوں کا تعاقب کیا۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ رخصت ہوئے تو شہید ختم نبوت نے ذمہ داریاں سنبھالیں اور شہید ختم نبوت نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرکے علماءؒ حق کا سر فخر سے بلند کردیا۔ جنرل پرویز مشرف گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے' اعلان ہوا کہ اسلامی دفعات اور قادیانیت سے متعلق دفعات عبوری آئین میں شامل کی جاتی ہیں۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ عظیم سفر جس کے بارے میں محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مطابق: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی'' اور شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے مطابق: ''ختم نبوت کا کام کرنے والوں کا درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی محافظین کی طرح ہے۔'' شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم اور شیخ طریقت حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی صاحب مدظلہ العالی، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی اور دیگر علماءؒ کرام کی سرپرستی اور قیادت میں کام جاری ہے جس میں ہر مسلمان کی شرکت باعث سعادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔

والدہ ماجدہ کی رحلت

فقیر راقم الحروف (اللہ وسایا) کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں رحلت فرماگئیں۔ جن احباب نے اس سلسلہ میں زبانی' خطوط' ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ فقیر راقم الحروف سے تعزیت کی' فقیر ان کا ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ تمام احباب وقارئین ختم نبوت سے گزارش ہے کہ وہ ایصال ثواب اور دعاؤں میں والدہ مرحومہ کو یاد رکھیں۔

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی محمد طاہر مکی

معراج تمام انبیاء علیہم السلام کو ہوئی' مگر جو معراج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی وہ کسی اور نبی کو نہ ملی' اسراء کے معنی ہیں' شب میں لے جانے کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ بے نظیر شرف و بزرگی اور پراز حیرت واقعہ جس میں خدائے برتر اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور پھر وہ وہاں سے ملاء اعلیٰ تک جسم سمیت اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے سیر کرائی چونکہ شب کے ایک حصے میں پیش آیا تھا اس لئے "اسراء" کہلاتا ہے" معراج" عروج سے مشتق ہے' جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں اور اسی لئے معراج سیڑھی کو بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس شب میں ملاء اعلیٰ کے منازل ارتقاء طے فرماتے ہوئے ساتوں آسمان پھر سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے بھی بلند ہوکر اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا اور ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "عرج بی" کا جملہ ارشاد فرمایا' اس لئے اس پُر عظمت واقعے کو معراج سے تعبیر کیا جاتا ہے' بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ واقع متعدد بار پیش آیا' مگر تحقیقی نقطہ نظر سے یہ بات ہرگز ہرگز درست نہیں کہ مشہور محقق جلیل القدر محدث' مفسر اور مؤرخ حافظ عماد الدین ابن کثیر کا یہ ارشاد بالکل حقیقت کے عین مطابق اور صحیح ہے' وہ فرماتے ہیں:

"ان تمام روایت کو جمع کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ واقعہ معراج صرف ایک مرتبہ ہی پیش آیا ہے۔"

اور اگر ایسا ہوتا تو ضرور بصراحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان فرماتے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳' ص ۲۲ مطبوعہ مصر جدید)

تحقیق تاریخ ودن:

یہ قدیم النظیر واقعہ کب پیش آیا' اس کے تعین میں اگرچہ متعدد اقوال مذکور ہیں' لیکن ان دو باتوں پر سب کا اتفاق نظر آتا ہے: ایک یہ کہ یہ واقعہ قبل از ہجرت پیش آیا اور دوسری بات یہ کہ یہ واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد پیش آیا' جبکہ واقعہ ہجرت با اتفاق ۱۳ نبوت میں پیش آیا اور بخاری میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل اور ایک دوسری روایت کے پیش نظر یہ واقعہ نماز پنجگانہ کی فرضیت سے قبل ہوچکا تھا۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۱۷۹)

واقعہ معراج ہجرت سے قبل ان تین برسوں کے اندر اندر ہونا چاہئے' نیز یہ کہ واقعہ معراج ہجرت سے بہت قریب زمانے میں پیش آیا ہے' اور درحقیقت یہ واقعہ ہجرت ہی کی پُر جلال پُر عظمت "تمہید" تھی' تو اب یہ کہنا آسان ہوگا کہ جو ارباب سیر و تاریخ یہ فرماتے ہیں کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک یا ڈیڑھ سال قبل پیش آیا ہے' ان کا ارشاد پایۂ تحقیق رکھتا ہے' پھر مہینہ اور تاریخ کا تعین میں بھی اختلاف ہے' مگر راجح قول یہ ہے کہ مہینہ رجب المرجب کا تھا اور تاریخ ۲۷ ویں تھی' چنانچہ ابن عبدالبر امام نووی اور عبدالغنی مقدسی رحمہم اللہ جیسے مشہور اور جلیل القدر محدثین کا رجحان بھی اسی جانب ہے کہ ۲۷/ رجب المرجب کو واقعہ معراج پیش آیا' اور امت مرحومہ میں عملاً ہمیشہ اسی پر اتفاق بھی رہا۔

قرآن مجید اور واقعہ معراج:

قرآن مجید میں "اسراء" یا "معراج" کا واقعہ دو سورتوں "بنی اسرائیل" اور "النجم" میں مذکور ہے' سورۂ بنی اسرائیل میں مکہ (مسجد حرام) سے بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) تک سیر کا تذکرہ ہے اور سورۂ نجم میں ملاء اعلیٰ کی سیر اور عروج کا بھی ذکر موجود ہے اور اگرچہ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کی صرف ابتدائی آیا ہی میں یہ واقعہ مذکور ہے' مگر حقیقت حال یہ ہے کہ پوری سورۃ اسی عظیم الشان واقعہ سے متعلق ہے اور سورۃ کی تمام آیات اسی کا تکملہ ہیں اور اس دعویٰ کے لئے ایک صاف اور واضح دلیل اس سورت میں یہ موجود ہے کہ وسط سورۃ میں آیات "وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس" میں اسی واقعہ معراج کا ذکر ہے' اس سے قبل حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام کے واقعات دعوت و تبلیغ اسی سلسلے میں بطور شواہد اور نظائر کئے گئے منکرین نے ہمیشہ اسی طرح خدا کی صداقتوں کو جھٹلایا ہے' جس طرح آج واقعہ معراج کو جھٹلا رہے ہیں۔

احادیث سے واقعہ معراج کا ثبوت:

مشہور محدث زرقانی فرماتے ہیں کہ معراج کا واقعہ پینتالیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے انہوں نے تمام نقل کرنے والے صحابہ کرامؓ کے نام بھی گنوائے ہیں انہیں مہاجرین نے تو صحیح نقل کیا مگر انصار جو کہ مدینہ میں تھے اور عرض کر چکا کہ یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے تو انصار کو کیا معلوم تو اس کا جواب بھی علماء نے دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے خود رسول خدا ﷺ سے دریافت بھی کیا کہ آپ کو معراج کیسے ہوئی اس پر یہ روایت دال ہے کہ شداد بن اوسؓ نے فرمایا کہ "قلنا یا رسول اللہ کیف اسری بک" "لفظ "قلنا" یہ ثابت کر رہا ہے کہ رسول خدا سے یہ سوال کہ آپ کو معراج کیسے ہوئی مجمع عام میں کیا جاتا تھا جس میں مہاجر اور انصار سب ہوتے تھے اور مالک بن صعصعہ انصاریؓ ہیں جب واقعہ معراج بیان کرتے ہیں: "ان النبی حدثھم " کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے (صحابہ کرامؓ) سے یہ واقعہ خود بیان کیا۔

آپ کا معراج جسمانی تھا نہ کہ روحانی:

سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت میں واقعہ اسراء کے متعلق جو کچھ کہا گیا اس کی اگر تحلیل کی جائے تو باآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس کا فیصلہ یہی ہے کہ واقعہ معراج بحالت بیداری بجسد عنصری پیش آیا ہے اس کی دلیل مجھے میرے شیخ مفتی محمد امان اللہ بلوچ مدظلہ نے قصص القرآن کے حوالے سے یہ بتائی کہ اسراء کا معنی ہے "رات میں چلنا" اور سورۂ بنی اسرائیل میں اس واقعہ کی ابتدا خدائے برتر کی قدوسیت اور سبحانیت کے بعد لفظ اسریٰ سے ہوئی ہے جس کے معنی لغات اقرب الموارد قاموس لسان العرب سمیت تمام کتب لغات میں ہے کہ رات میں چلنا قرآن پاک میں سورۂ ھود سورۂ طٰہٰ سورۂ شعراء میں حضرت لوطؑ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے لئے لفظ اسراء آیا ہے ان تمام سورتوں کی تفاسیر دیکھنے کے بعد دو حقیقتوں پر روشنی پڑتی ہے ایک یہ کہ "اسراء" اس سیر اور چلنے کو کہتے ہیں جو رات میں پیش آئے اس لئے دن یا شام کہ چلنے پر "اسراء" کا اطلاق نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ "اسریٰ یا اسراء" ان تمام آیات میں روح مع جسم پر اطلاق ہوا ہے یعنی لوطؑ اور موسیٰ علیہما السلام کو حکم ہوا ہے کہ وہ دشمنوں سے بچ کر راتوں رات ان بستیوں (مصر اور سدوم) سے نکل جائیں ان کا رات کے حصے میں نکل جانا نہ خواب کی شکل میں تھا اور نہ روحانی طور پر بلکہ عالم بیداری اور روح مع جسد تھا لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کہ روح مع جسد ہونے میں کچھ اعتراض باقی نہیں رہتا یہ کہنا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ خوابی معراج کے قائل تھے نہ بیداری کہ یہ ان پر تہمت ہے جس کی تصریح کئی محدثین نے کی ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ابن عباسؓ حضرت عمرؓ اور حضرت حذیفہؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت مالک بن صعصعہؓ حضرت ابوحبہ بدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ معراج جسمانی اور عالم بیداری میں تھا جب معراج کا واقعہ پیش آیا تو اگلے دن صبح کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرامؓ کی محفل میں اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ان سب کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ بجسد عنصری بحالت بیداری کا ہے مثلاً حضرت عمرؓ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ ان سب کا اجماع اسی بات پر ہے کہ معراج جسمانی تھا اور جو لوگ بحالت خواب معراج کے قائل ہیں وہ نام لیتے ہیں حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کا جن کا اسلام یا حرم نبویؐ سے تعلق اس واقعہ سے برسوں بعد مدینے کی زندگی سے وابستہ ہے اس لئے جو صحابہ کرامؓ اس واقعہ کے وقت موجود تھے ان کا قول معتبر ہوگا پھر اول تو یہ روایات صحیح نہیں کہ یہ دو حضرات یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ نیند میں معراج کے قائل ہیں یہ روایات درجہ صحت تک نہیں پہنچتیں اور اگر بالفرض صحیح بھی مان لی جائیں تو جمہور کا قول معتبر ہوتا ہے تو صحابہ کرامؓ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے۔

واقعہ معراج میں کیا ہوا؟

شب معراج میں جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا سینہ مبارک حلق کے گڑھے سے اسفل تک شق کیا اور آپ ﷺ کا قلب مبارک نکال کر سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر اس میں ایمان نور نبوت بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا اور سینہ مبارک سوئی سے سی دیا۔ محققین علماء کرام فرماتے ہیں کہ "شق صدر" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک میں کل چار مرتبہ کیا گیا اول بوقت ولادت دوم جب عمر مبارک دس سال تھی سوم غار حراء میں چہارم شب معراج میں پھر آپ ﷺ شب اسراء میں جنتی سواری پر سوار ہوئے جسے براق کہا جاتا ہے اس کا نام جانور ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر اس پر طے کیا اس کی برق رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا ایک ایک قدم منتہائے نظر تک اٹھتا تھا بیت المقدس میں پہنچ کر تمام انبیاء علیہم السلام کو بھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امامت میں دو رکعت نماز پڑھائی اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو رکعتیں نفل تھیں یا عشاء کی نماز جسے حضور اکرم ﷺ نے سفر کی وجہ سے دو رکعت پڑھا نماز سے فراغت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے باہر تشریف لائے تو جنت سے ایک سیڑھی (معراج) لائی گئی جس کے ذریعے آپ ﷺ پہلے آسمان پر پہنچے آسمانوں میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات انبیاء علیہم السلام سے ہوئی جو آپ کی تعظیم اور آسمان پر آپ کے دوبارہ استقبال کے لئے آپ سے

پہلے بیت المقدس سے آسمانوں پر پہنچ چکے تھے' پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے دوسرے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) سے ملاقاتیں ہوئیں' اسی رات آپ نے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) دیکھا جس کے پھل ہجر کی مشکوں جیسے اور پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے' پھر چار نہریں دیکھیں' جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل رہی تھیں' دو ظاہری اور دو باطنی تھیں۔ باطنی نہریں تسنیم' سل سبیل جنت میں گرتی تھیں اور ظاہری نیل اور فرات جو زمین میں بہتی ہیں' اسی رات آپ ﷺ نے بیت المعمور دیکھا جو کہ فرشتوں کا کعبہ ہے' بیت اللہ پر اس قدر سیدھ پر ہے کہ اگر پردے ہٹا دیں تو سیدھا بیت اللہ کی دیوار سے لگے' پھر ہر روز اس بیت المعمور کا ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں' جن کا نمبر قیامت تک دوبارہ نہیں آئے گا' پھر آپ نے جنت اور دوزخ کا بچشم خود معائنہ فرمایا اور فرشتوں کو دیکھا' پھر آنحضرت ﷺ کو شراب' دودھ اور شہد کی پیالے پیش کئے گئے' آپ نے دودھ کو قبول فرما کر نوش فرمایا' جس پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی رہنمائی اس فطرت کی طرف ہوئی جو آپ کا اور آپ کی امت کا طرۂ امتیاز ہے' پھر اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر اور آپ کی امت پر یومیہ پچاس نمازیں فرض کیں' ہر بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ کر کہ آپ کی امت یہ نہ پڑھ سکے گی' میں نے آزمایا ہے' اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کروائیے' خدائے رب العالمین کی بارگاہ میں بھیجا یوں کل ۹ مرتبہ دربار عالیہ میں رجوع فرمانے پر پانچ نمازیں باقی رہ گئیں' تو رب العالمین نے فرمایا کہ ہیں تو یہ پانچ نمازیں مگر میرا فیصلہ بدلا نہیں کرتا ثواب پچاس کا ہی عطا کروں گا' اس کو جو پانچ نمازیں پڑھے گا جب آپ ﷺ اللہ رب العزت کے بالکل قریب ہو گئے' صرف ایک کمان یا دو کمان کے فاصلے پر' اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نے ظاہری آنکھوں سے پروردگار کی زیارت کی تھی؟ اکثر محققین فرماتے ہیں کہ ہاں آپ نے ظاہری آنکھوں سے اپنے پروردگار کی زیارت بھی کی تو آپ کے دل میں اللہ کو سلام کرنے کے لئے یہ الفاظ القا ہوئے: ''التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' قربان جایئے رحمۃ للعالمین کی بے پناہ شفقتوں پر کہ اپنی گناہ گار امت کو بھی وہاں نہ بھلایا' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین'' اس پر حضرت جبرائیل سمیت تمام ملائکہ نے بیک زبان ہو کر کہا: ''اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ''۔

معراج سے واپسی پر کفار کی تکذیب و سوالات:

اگلے دن صبح کو سب سے آپ ﷺ نے یہ واقع جس کے گھر سے شروع ہوا یعنی حضرت ام ہانی کو بتایا' پھر فرمایا کہ یہاں سے بیت المقدس ساتوں آسمان عرش وکرسی جنت و دوزخ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات اور پچاس نمازوں سے تخفیف کے سلسلے میں آنا جانا جنت میں حضرت عمرؓ کا محل اور جنت میں حضرت بلالؓ کے چلنے کی آوازیں سن کر اتنی دیر میں واپس آیا کہ دروازہ کھول کر جو میں گیا تھا' وہ کنڈی ہل رہی تھی' بستر جو جانے کے تھوڑی دیر بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے' وہ بھی گرم تھا اور وضو کا پانی جو گرنے کے بعد زمین میں رک جاتا ہے' وہ بھی چل ہی رہا تھا مسلمانوں کا تو یہ ایمان ہے کہ یہ تو بہت دیر لگ گئی' قدرت والا رب یہ سب چیزیں اس دیر سے بھی جلدی دکھا سکتا تھا' مگر کفار ان کو تو موقع ملنا چاہئے تھا انہیں جب علم ہوا کہ اتنی دیر میں یہ سب کچھ ہونے کا محمد عربی ﷺ دعویٰ کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ لوگ شہنشاہ صداقت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور کہا کہ تمہیں کچھ خبر ہے کہ تمہارے دوست محمد یوں کہتے ہیں کہ میں ایک رات میں بیت المقدس پہنچایا گیا ہوں' تو محمد عربی ﷺ پر اپنا من دھن اہل وعیال سب کچھ لٹا دینے والے صاحب صداقت نے کفار سے پوچھا کہ وہ واقعتاً یوں کہتے ہیں' کفار نے کہا کہ وہ واقعتاً یوں ہی کہتے ہیں' فرمایا یہ تو ایک دفعہ ایک رات میں بیت المقدس جانے کا کہہ رہے ہیں لیکن صبح شام میں ایک یا دو مرتبہ سے زیادہ جانے کو کہیں میں اس پر بھی یقین کر لوں گا' جب یہاں سے کفار خوار ہو کر تو بے تکے سوالات کرنے پھر بارگاہ رسالت میں آ گئے کہ اے محمدؐ تم بیت المقدس میں گئے تھے تو آپؐ نے فرمایا: ہاں! تو کفار نے کہا کہ اچھا بتاؤ بیت المقدس کے دروازے' کھڑکیاں کتنی ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کفار مکہ اس سوال پر جتنی تکلیف ہوئی' پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی اس لئے کہ کوئی شخص کسی جگہ میں کبھی بھی اس لئے نہیں جاتا کہ اس کے دروازے' کھڑکیاں گنے؟ راقم الحروف عرصہ ۲۹ سالوں سے جامع مسجد میں رہائش پذیر ہوں مگر مجھے تو کیا جو یہاں مجھ سے چالیس سال قبل نمازیں پڑھنے آتے ہیں' انہیں ہی جامع مسجد کی کھڑکیوں کا علم نہیں کہ کتنی ہیں' کیونکہ ہمارا مقصد یہاں کھڑکیاں گننا نہیں نماز پڑھنا ہے' مگر اللہ نے کفار کے منہ پر تالے لگا دیئے تھے' جب کفار نے یہ انتہائی بے ڈھنگا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوچھو کہ کون سی سمت؟ کیا سوال کرتے سب کچھ آپؐ نے صحیح بتا دیا مگر وہ پھر بھی نہ مانے تو نبی آخر الزماں صادق المصدوقؐ نے ایک اور واقعہ بطور گواہی

کے بتادیا کہ تمہارا فلاں قافلہ جو تجارت کے لئے فلاں جگہ گیا ہوا ہے' وہ آج رات فلاں مقام پر تھا' اس میں اتنے آدمی اتنے اونٹ تھے' اس میں سے ایک آدمی کے اونٹ کی نکیل کسی درخت میں اٹک گئی تھی' وہ لوگ اس اونٹ کو تلاش کررہے تھے' میں نے آواز لگا کر بتایا کہ اونٹ ادھر ہے' مجھے وہاں سے آواز آئی کسی نے ان سے کہا کہ یارو! میرے کان دھوکا نہ کھا رہے ہوں تو یہ آواز محمد بن عبداللہ کی ہے' تو کفار نے پوچھا کہ اچھا وہ قافلہ کب آئے گا؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو بدھ کے دن آئے گا اور قافلے میں سب سے آگے' کستری رنگ کا اونٹ ہوگا' اس کا پالان سیاہ رنگ کا ہوگا اور اس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہوں گی' چنانچہ اسی طرح ہوا مگر وائے بے توفیقی کہ انہیں اس کے باوجود ایمان کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

معراج کے متعلق ایک غیر مسلم کی شہادت:

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ رسول خدا نے شاہ روم قیصر کے پاس اپنا نامہ مبارک دے کر حضرت دحیہ ابن خلیفہ کو بھیجا جو تفصیل سے صحیح بخاری میں مذکور ہے' جب شاہ روم ہرقل کو یہ نامہ ملا تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کے لئے مکہ سے جو قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں تجارت کی غرض سے شام میں آیا ہوا تھا' اسے بلوایا ابوسفیان سے پوچھنا شروع کیا' جس کی تفصیل بھی بخاری میں موجود ہے' یہاں مضمون سے متعلق اس میں بیان کروں' اس موقع پر ابو سفیان کی دلی خواہش تھی کہ اس موقع پر ایسی بات کہہ دے کہ جس سے نبی اکرم ﷺ کی حقارت اور بے حیثیت ہونا معلوم ہو' مگر ابوسفیان نے کہا کہ مجھے صرف یہ بات مانع تھی کہ میں خواہ مخواہ ہی جھوٹ بولوں اور اپنی قوم کے آگے رسوا ہو جاؤں تو چنانچہ مجھے صرف معراج کا واقعہ ہی سوجھا جس کا جھوٹ ہونا بادشاہ خود سمجھ لے گا' میں نے ہرقل سے کہا کہ یہ مدعی نبوت کہتا ہے کہ وہ ایک رات میں مکہ سے نکلے اور آپ کی اس بیت المقدس مسجد میں پہنچے "ایلیا" بیت المقدس کا اس وقت کا سب سے بڑا عالم اس وقت شاہ روم ہرقل کے سرہانے کھڑا تھا اس نے کہا کہ بادشاہ! میں اس رات سے واقف ہوں شاہ روم اس کی طرف متوجہ ہوا کہ تجھے اس کی کیسے خبر؟ اس نے عرض کیا کہ میری عادت تھی کہ میں رات کو اس وقت تک سوتا نہیں تھا جب تک بیت المقدس کے تمام دروازے بند نہ کر دوں' اس رات (شب معراج) حسب عادت تمام دروازے بند کردیئے' مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا تو میں نے اپنے عملے کے تمام لوگوں کو بلایا' پھر ہم سب نے مل کر اس دروازے کو بند کرنے کی کوشش کی مگر وہ دروازہ بند نہ ہو سکا' ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہم کسی پہاڑ کو ہلا رہے ہوں' عاجز آ کر ہم نے کاریگروں اور نجاروں کو بلوایا' انہوں نے دیکھ کر کہ ان کواڑوں کے اوپر دروازے کی عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے' اب صبح کے ہونے سے پہلے اس کی کوئی تدبیر نہیں' صبح کو دیکھیں گے کہ کس طرح کیا جائے' میں مجبور ہو کر لوٹ آیا اور دونوں کواڑ اس دروازے کے کھلے رہے' صبح ہوتے ہی جب میں اس دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دروازہ مسجد کے پاس ایک پتھر کی چٹان میں سوراخ کیا ہوا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کوئی جانور باندھا گیا ہے' اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید اس لئے اس دروازے کو بند ہونے سے روکا ہے کہ یہاں کوئی نبی آنے والے تھے اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ ﷺ نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے' اس کے بعد اور تفصیلات بیان کیں۔ (ابن کثیر صفحہ ۲۲ جلد ۳)

☆☆..........☆☆

بقیہ شان امتیازی

لوگوں میں ایک خدا ترسی پیدا ہو' خدا کا خوف پیدا ہو' انسانیت کا احترام پیدا ہو۔

یہاں مجھے صرف یہی کہنا ہے اور اسی پر بات ختم کرنی ہے کہ آپ یہاں سے عہد و پیمان کر کے جایئے اور جانے سے پہلے یہ طے کرلیں اور تہیہ کرلیں کہ ہم کو اب اپنی زندگی ایسی بنانی ہے کہ نگاہیں اٹھیں' انگلیاں اٹھیں بلکہ قدم اٹھیں کہ ان کی طرف چلو ان سے سیکھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ' تب جا کر انشاء اللہ یہ رویہ ہمارا ہر طرح سے انقلاب انگیز ہوگا' ہر طرح سے مبارک ہوگا' وہ یوں بھی مبارک ہے' اور نہایت مبارک ہے' یہ معمولی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اور دین کی دعوت پر اتنی بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو جائیں' ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانیوں کی روح خوش ہو رہی ہوگی کہ آج یہاں اتنا بڑا اجتماع ہو رہا ہے' لیکن اس کے ساتھ اس کی بڑی ضرورت ہے کہ آپ کی زندگیوں میں انقلاب آئے' اور یہ انقلاب لازم نہ ہو بلکہ متعدی ہو کہ دیکھ کر کے لوگ متاثر ہوں' عقائد کے اعتبار سے بھی اخلاق کے اعتبار سے بھی اور کوششوں کے اعتبار سے بھی اور ہر طرح سے آپ کی زندگی سب کے لئے مشعل راہ بنے اور دعوت اسلام کا کام دے' مقناطیس کا کام دے اور مقناطیس کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اگر وہ لوہے کو کھینچ سکتا ہے تو کیا مسلمان کسی قوم کو کسی آبادی کو کھینچ نہیں سکتا' سینکڑوں مقناطیس ایک مسلمان کے ایمان پر فدا ہیں' اگر مسلمان میں اتنی طاقت نہیں' ان میں مقناطیسیت نہیں تو ہونی چاہئے' مقناطیسیت بھی ضروری ہے' جاذبیت ہونی چاہئے' اللہ ہمیں اور آپ کو توفیق دے' آمین۔

حضرت درخواستیؒ اور تحفظِ ختمِ نبوتؐ

مولانا سعید الرحمٰن درخواستی

انگریز کا خودکاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹی نبوت کا لبادہ اوڑھ کر جب سامنے آیا اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کی کوششوں کا آغاز کیا اور ملت بیضا' دین حنیف اور شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مسلمہ اصول وکلیات کی عمارت میں دجل وتلبیس اور تحریفات کے ذریعہ دراڑیں ڈالنے کی ناپاک سعی کی ابتداء کی تو علماء حق کمربستہ ہوکر مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلے میں نکل آئے اور ہر طرح سے اس کا ناطقہ بند کرنے کا عزم لے کر اس کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ انہوں نے قصر ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے اس عالمی ڈاکو کو ناکوں چنے چبوا دیے اور اس کی جھوٹی نبوت کے پرخچے اڑا دیے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری' پیر مہر علی شاہ گولڑوی' مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری' مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری' مولانا احمد علی لاہوری' مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس اللہ سرہم کے کارنامے آج بھی زینت اوراق ہیں' انہی علمائے ربانیین کے قافلہ میں سے میرے دادا جان حافظ الحدیث والقرآن شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ بھی تھے' جن کو خلاق عالم نے زمانہ طالب علمی میں ہی حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ' سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق ومحبت اور شیفتگی وشیفتگی عطا فرمائی تھی کہ آپ نے احادیث نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو حرز جان بنا کر سینے میں لفظ بلفظ محفوظ کرنے کی کوشش شروع کردی۔ روزانہ جتنی احادیث ازبر ہوجاتیں شام کو قطب الاقطاب عارف باللہ حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں جاکر سناتے اور اپنے شیخ ومرشد روحانی کی ڈھیروں دعاؤں سے بہرہ مند ہوتے' حضرت دادا جان نوراللہ مرقدہ جب اپنے مخصوص انداز میں یہ شعر پڑھتے:

ومن مذھبی حب النبی والہ

وللناس فیما یعشقون مذاھب

تو ایسا عجیب سماں بندھتا کہ سامعین کے دل میں عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چنگاریاں بھڑک اٹھتیں۔

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھے' جنہیں قدرت حق نے دین اسلام کی سربلندی وخدمت کے لئے پیدا فرمایا تھا' وہ صاحب حال بزرگ تھے' شریعت اسلامیہ کی پابندی ان کی طبیعت ثانیہ تھی' اللہ رب العزت نے ابتداء ہی سے ان کو ایسا ماحول میسر فرمایا تھا جو ہمہ گیر دینی جدوجہد کا ماحول تھا۔ برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کا نشان اور اس کی عظیم روایات کا حامل و وارث جنوبی پنجاب میں دین پور شریف تھا' حضرت درخواستیؒ کو دین پور کی نسبت نے اکابر دیوبند کی روایات کا وارث بنادیا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ جب عوام الناس میں برپا ہونے لگا' تو حضرت دادا جان بھی علمائے ربانیین کے ساتھ اس فتنے کو زمین بوس کرنے کے لئے شمشیر برہنہ بن کر میدان عمل میں کود پڑے' راقم الحروف اب آپ کے سامنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس فتنہ کے خلاف کی گئی جدوجہد کا مختصر سا خاکہ پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تقسیم سے قبل ریاست بہاولپور کے علاقہ مہند میں حضرت مولانا الٰہی بخشؒ (جو حضرت درخواستیؒ کے استاد تھے) کی صاحبزادی کا نکاح عبدالرزاق نامی شخص سے ہوا' جو بعد میں مرزائی ہوکر دائرہ اسلام سے نکل گیا۔

مولانا الٰہی بخش مرحوم پرانے ثقہ عالم اور بزرگ تھے' وہ اس نکاح کو عدالتی طور پر فسخ کرانا چاہتے تھے' مگر عدالتی جھمیلوں میں پہلے کبھی پڑے نہیں تھے' حضرت درخواستیؒ اس وقت بستی درخواست میں تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا الٰہی بخشؒ نے اپنے اس شاگرد رشید کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرتؒ تمام مصروفیات ترک کرکے استاد محترم کی خدمت میں پہنچے۔ مولانا الٰہی بخشؒ نے صورتحال کی وضاحت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ مخالفین سخت دباؤ ڈال رہے ہیں۔ حضرتؒ نے درپیش مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر استاد محترم کی حمایت میں کمر

بانڈھی اور مولانا الٰہی بخش مرحوم کو ساتھ لے کر قطب الاقطاب سراج السالکین حضرت مولانا خلیفہ غلام محمدؒ کی خدمت میں دین پور شریف حاضر ہوئے اور تنسیخ نکاح کا مقدمہ درج کرانے کی اجازت چاہی۔ حضرت دین پوریؒ نے اجازت دے دی اور کامیابی کے لئے دعا بھی فرمائی۔

احمد پور شرقیہ کی عدالت میں مقدمہ درج کرا دیا گیا۔ حضرت درخواستیؒ تمام مصروفیات ترک کر کے کیس کی پیروی میں لگ گئے۔ مقدمہ درج کرانا' اس کی تاریخیں بھگتنا' کیس کی نگرانی کرنا' ان تمام امور کو اول سے آخر تک حضرتؒ نے اپنے ذمہ لے لیا۔ مقدمہ کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ کافی دن بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ مخالفین نے کیس خارج کرانے کی بے حد کوشش کی مگر حضرت درخواستیؒ نے ایسے وزنی اور ٹھوس دلائل عدالت میں پیش کئے کہ بالآ خر جج صاحب کو یہ کیس مجبوراً بہاولپور کی مرکزی عدالت میں منتقل کرنا پڑا' جہاں حضرت مولانا محمد صادق مرحوم (علاقے کی بہت بڑی علمی شخصیت اور جن کا حضرتؒ سے گہرا تعلق تھا) اور شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد صاحب مرحوم جیسی یگانۂ روزگار شخصیات موجود تھیں۔ حضرتؒ نے ان حضرات سے فرمایا کہ اس کیس کو آپ اپنی سرپرستی میں لے لیں' جسے دونوں بزرگوں نے قبول کر لیا۔

حضرتؒ کے ذمہ اس مقدمہ کی تشہیر' ہندوستان کی ریاستوں و خانقاہوں و مدارس سے فتاویٰ حاصل کرنا اور بحث و مباحثہ کے لئے اس وقت کے جید اور مستند علماً کو مقدمہ کی اہمیت سے آگاہ کرنا تھا۔ بہاولپور کے علماً کرام کی خدمات' دارالعلوم دیوبند سے امام المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ' حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مولانا محمد انوریؒ مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوریؒ کو بہاولپور بلوانا' عدالت میں ان حضرات کے بیانات کرانا' دین پور شریف سے حضرت دین پوریؒ کی تشریف آوری' کوٹ مٹھن کی خانقاہ کے سجادہ نشین کی خدمات' حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ' مولانا محمد صادق مرحوم کی دلچسپی' ان تمام امور میں حضرت درخواستیؒ کا بھی اہم کردار رہا۔

آپ کو قدرت نے محنت و ایثار کا مجسمہ بنایا تھا۔ حوالہ جات کی تلاش کے لئے آپ کے بے پناہ حافظہ نے تمام مشکلات کو حل کر دیا۔ انہی خدمات و صلاحیتوں کے باعث آپ تمام اکابر علماً کی آنکھوں کا تارہ بن گئے تھے۔ یہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۶ء کے گیارہ سالوں کی بات ہے' ان گیارہ سالوں میں آپ کی تمام تر صلاحیتیں اس کیس کے لئے وقف رہیں' اس کیس کے سلسلے میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ جب بہاولپور تشریف لائے تو ان کی خدمت حضرتؒ نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرتؒ نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے شرف تلمذ بھی حاصل کیا۔ آپ نے بخاری جلد اول مکمل سنا کر خصوصی سند کے علاوہ حافظ الحدیث کا خطاب حاصل کیا۔

ان ایام میں حضرت کشمیریؒ بیمار تھے' اس کے باوجود عدالت میں جا کر ایسے براہین قاطعہ پیش فرمائے' جس سے مختار مدعی علیہ جلال الدین شمس (قادیانیوں کا وکیل) کے پاؤں اکھڑ گئے۔

حضرت درخواستیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے دلائل قاطعہ سننے کے بعد ہمیں فتح کا یقین ہو گیا تھا کہ انشاء اللہ یہ کیس ہم جیت جائیں گے' واپسی کے وقت حضرت شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ اگر میری زندگی میں نہ ہو سکے تو میری وفات کے بعد میری قبر پر ضرور پڑھ کر سنایا جائے' آپ کی اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے حضرت مولانا محمد صادق صاحب مرحوم نے اس مقدمہ کا وہ تاریخی فیصلہ جس میں مرزائیوں کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا تھا' دیوبند میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے مزار پر جا کر پڑھ کر سنایا' پوری دنیا میں یہ اعزاز ریاست بہاولپور کی اسی عدالت کو حاصل ہے کہ اس نے مرزائیوں کے ارتداد کا سب سے پہلے فیصلہ سنایا۔

۱۹۳۶ء سے ۱۹۵۲ء تک حضرتؒ برابر تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا' جس کی ایک وجہ تحفظ ختم نبوت کی خدمات بتلائی جاتی ہیں۔

۱۹۵۲ء میں آپ حج پر تشریف لے گئے' مدینہ منورہ جا کر روضہ اقدس پر حاضر ہو کر مراقب ہوئے اور مدینے میں رہنے کی اجازت چاہی' رات کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پاکستان میں میری نبوت کو چیل اور کتے نوچ رہے ہیں' ان سے تحفظ ختم نبوت کے لئے مقابلہ کرو اور میرے نواسے عطاء اللہ شاہ بخاری کو بھی میرا پیغام پہنچا دو' اس کے بعد آپ فوراً واپس پاکستان تشریف لائے اور خان گڑھ میں جا کر حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور سلام پہنچایا۔ ۱۹۵۳ء میں مشہور زمانہ تحریک میں حصہ لیا اور ہمہ تن تحریک کی کامیابی کے لئے مصروف عمل رہے۔ آپ نے تقریروں کے ذریعے بلا مبالغہ ہزاروں شاگردوں و متعلقین کو گرفتاری پیش کرنے کے لئے کراچی بھیجا۔ جب تمام سرکردہ رہنما کراچی میں گرفتار ہو گئے تو آپ نے تحریک کو اپنے وجود سے ایسا سہارا دیا جس سے حکومت زچ ہوئی۔ قید و بند کی صعوبتوں کی پرواہ کئے بغیر آپ نے منزل کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھا اور آخر وقت تک تحریک

کے لئے بہادر جرنیل کی طرح مورچہ زن رہے۔

۱۹۵۴ء میں تحریک ختم نبوت کے بعد جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی گئی تو آپ نے اس کی سرپرستی فرمائی' چونکہ اکابرین مجلس امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی' مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے ساتھ حضرتؒ کا خصوصی تعلق تھا اس لئے کوئی اہم ختم نبوت کانفرنس نہ ہوتی تھی' جس میں آپ کی صدارت و شرکت نہ ہو' کوئی ایسا امر نہیں ہوتا تھا جس میں آپ کا مشورہ شامل نہ ہوتا ہو۔ آپ نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کی سرپرستی فرمائی' آپ ان کو پند و نصائح سے نوازتے اور ان کے کام کی نگرانی فرماتے۔ کیونکہ مبلغین ختم نبوت کی اکثریت حضرت کے تلامذہ کی ہی ہوتی تھی۔ اپریل ۱۹۶۵ء میں تغلق روڈ ملتان پر آپ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابقہ مرکزی دفتر کا سنگ بنیاد رکھا' اس تقریب میں تمام اکابر وقت تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے تمام حلقہ اثر کو اس نیک مقصد کے لئے ہمہ تن متوجہ فرمایا۔

حاجی محمد مانک نے کروڑی ضلع خیرپور میں عبدالحق نامی قادیانی کو اس کی جانب سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے طور پر جہنم رسید کردیا۔ حاجی صاحب پر کیس چلا' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس کیس کی پیروی کی۔ ابتدائے کیس سے فیصلہ تک ہر اہم امر میں حضرت درخواستیؒ کا مشورہ شامل رہا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ مقدمہ کی پیروی کے لئے ہر پیشی پر حضرتؒ کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ حضرتؒ کی دینی ثقاہت و وجاہت نے اس کیس کو ملک بھر میں مشہور کردیا۔ حضرتؒ کے ہر قسم کے تعاون و سرپرستی نے مقدمہ کے ضمن میں درپیش مسائل و مشکلات کو حل کردیا' تا آنکہ قدرت نے فضل فرمایا اور حاجی صاحب کو سزائے موت نہ ہو سکی بلکہ وہ معمولی سزا کاٹ کر جیل سے بخیر و عافیت رہا ہوگئے' ان کی رہائی کے وقت بھی حضرت درخواستیؒ بنفس نفیس جیل کے دروازہ پر ان کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔

اسی طرح ایبٹ آباد کو مرزائیوں نے پروگرام کے تحت اپنا مرکز بنانا چاہا تو ان کی سرکوبی کے لئے حضرتؒ وہاں تشریف لے گئے' وہاں آپ نے فرمایا کہ دشمنان خاتم النبیین ایبٹ آباد کو مرکز بنا کر یہاں کے سادہ لوح عوام کو گمراہی کی دلدل میں پھنسانا چاہتے ہیں' یہ تمہارے عشق رسول کا امتحان ہے کہ ان کے پاؤں یہاں جمنے نہ دو۔

اس کے بعد قادیانیوں نے بلوچستان کی طرف رخ کرکے کوئٹہ کو اپنا مرکز بنانا چاہا اور وہاں بڑے منظم انداز میں گمراہ کن لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا۔ حضرتؒ کو اس کا علم ہوا تو ان کی بیخ کنی کے لئے تشریف لے گئے' وہاں بھی آپ نے موضوع کی مناسبت سے تقریریں کیں' جس کے بعد بعض جواں ہمت افراد کی کوششوں نے فتنہ قادیانیت کو لگام دی۔ اس کے بعد مرزائیوں کو بلوچستان کا رخ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حضرتؒ نے اپنے مدرسہ جامعہ مخزن العلوم خانپور کو ختم نبوت کی خدمات کے لئے پیش پیش رکھا۔ سالانہ جلسہ پر جماعت کے تمام رہنماؤں و مبلغین کو دعوت دیتے تھے' ہر سال دورۂ تفسیر کے موقع پر مولانا لال حسین اخترؒ کو بلوا کر رد قادیانیت کے لئے خصوصی لیکچر کا اہتمام فرماتے۔ دکھ ہو یا سکھ' خوشی ہو یا غم' ہر موقع پر ختم نبوت کے کاز پر کام کرنے والے رہنماؤں و کارکنوں کو حضرتؒ کا تعاون و سرپرستی حاصل رہی۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ان تینوں امراء کی حضرت درخواستیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی مجلس عمل کے اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی۔

پورے ملک میں کراچی سے خیبر تک خود اپنے آپ کو اور اپنی جماعت جمعیت علماء اسلام پاکستان کے ہر خورد و بزرگ کو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کردیا۔ آپ کی ہمہ گیر شخصیت' دینی وجاہت اور جمعیت علماء اسلام کی طاقت کا حکومت کو علم تھا' کوئٹہ اور ایبٹ آباد میں قادیانی مراکز کی تعمیر کے خلاف آپ کے کارکنوں کے جذبات اور آپ کے حکم کی تعمیل کا منظر حکومت دیکھ چکی تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اس آب و تاب سے پورے ملک میں آراستہ ہوئی کہ بالآخر دشمن اپنے منطقی انجام کو پہنچا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے موجودہ مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان کی تکمیل کے بعد آپ بیماری کے باوجود وہاں تشریف لے گئے' دفتر میں موجود رفقاء کو تحریک کی کامیابی پر مبارکباد دی اور مزید کچھ نصیحتوں سے نوازا۔ غرضیکہ جس طرح درس و تدریس' وعظ و تبلیغ' سیاست و امامت ہر محاذ پر آپ نے امت کی قیادت فرمائی اسی طرح ہر بے دین فتنہ کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ فتنہ قادیانیت کے سدباب کے لئے بھی آپ نے مثالی قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کے بھی قائد و جرنیل تھے اور اس کام کے کرنے والوں کے مربی و محسن تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کی روایات کی امین اور آپ اور آپ کے اکابر کا صدقہ جاریہ ہے۔

☆☆..........☆☆

پہلی قسط

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا؟

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی

مذہب اسلام نے وجود میں قدم رکھتے ہی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ عالم میں اپنی صداقت کا سکہ بٹھلایا' اس کی نظیر دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ ہمارے سامنے دو سلسلے موجود ہیں: ایک ملکی فتوحات کا' دوسرا مذہب کی اشاعت کا۔ دونوں پر نظر ڈالتے ہیں تو حقانیت اسلام کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔ فتوحات ملکی نے چند ہی سالوں میں سیلاب عظیم کی طرح قدیم اور زبردست سلسلوں کو تہ و بالا کر کے تہذیب و تمدن کا نیا دور دنیا میں پھیلا دیا۔ شیوع (مذہب کی اشاعت پھیلنا) مذہب کو خیال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نور آفتاب کی طرح ایک دم اس نے تمام عالم کو منور کر دیا۔ حقانیت اسلام کا اثر بجلی کی رو کی طرح سرایت کرتا چلا گیا اور سخت سے سخت معاندوں سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول درجہ کا بغض رکھتے تھے' یہ کہلا دیا کہ:

"دنیا میں کوئی شخص آپ سے زیادہ مبغوض نہ تھا' مگر اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب بھی نہیں ہے۔" (بخاری جلد دوم باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ بن اثال)

بہت سے ناواقف یا متعصب و معاند دونوں سلسلوں کو ایک سمجھ کر اشاعت اسلام کو فتوحات ملکی و محاربات (جنگیں) کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی خوبیوں اور ذاتی محاسن سے لوگوں کو مطیع نہیں بنایا' بلکہ ایک جابرانہ قوت نے جبر و اکراہ سے منوایا ہے اور اسی جبر و اکراہ نے امتداد (طول زمانہ وقت کے گزرنے کے ساتھ) زمانہ کے ساتھ رضا و رغبت کا لباس پہن لیا ہے' لیکن یہ دعویٰ سچائی اور راست بازی سے خالی اور انصاف و حق پرستی سے بالکل بعید ہے۔ اس دعویٰ کے مدعیوں نے دیدہ و دانستہ واقعیت پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔ ہم جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں' اس سے انشاء اللہ تعالیٰ اس خیال کا بالکل قلع قمع (مسمار کرنا' گرانا) ہو جائے گا' ساتھ ہی اسلامی جماعتوں کو جو اشاعت و حفاظت اسلام کی کوششوں میں سرگرم ہیں' یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی خدمت و اعانت کرنے کے واسطے مسلمانوں کو کن اوصاف سے متصف ہونے کی ضرورت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو طویل معرکہ آرائیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ان کے یہ محاربات جنگ جارحانہ ہوں یا مدافعانہ' فتوحات ملکی کے لئے ہوں یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے' اس جگہ ہم کو اس کی تحقیق کرنا مدنظر نہیں ہے' موقع ہوا تو دوسرے وقت اس کی بھی تحقیق کر دی جائے گی۔ اس وقت ہم کو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ان محاربات و فتوحات کا مقصد اور حاصل یہ نہ تھا کہ کسی کو بزور مسلمان بنایا جائے' میں بہت زور کے ساتھ دعویٰ کرنے کو تیار ہوں کہ اسلام نے محض اپنے ذاتی محاسن (خوبیاں) سے عالم میں رسوخ و مقبولیت حاصل کی ہے اور جس سرعت کے ساتھ قلوب کو مسخر کیا ہے' اس کی نظیر کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔ میرے اس دعویٰ کی تائید کے لئے شریعت اسلام کے اصول' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و حالات' اخلاق و طریقہ تعلیم' مسلمانوں کا طرز عمل اور (ان کا) اسلام کی حقیقی خوبیوں سے آراستہ ہونا' کتب سابقہ کی پیشگوئیاں اور علمائے اہل کتاب کی تصدیقیں موجود ہیں۔

شریعت اسلام نے بزور و تخویف (ڈرانا' دھمکانا) کسی کو مسلمان بنانے کی سخت مخالفت کی ہے' کلام اللہ میں صاف ارشاد ہے:

"لا اکراہ فی الدین" (سورۃ بقرہ:۲۵۶)

یعنی (دین میں کسی پر جبر نہیں)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

"افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین" (سورۃ یونس:۹۹)

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم لوگوں پر جبر کرتے ہو کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

قبیلہ نجران کے نصاریٰ سب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور مصالحت کر کے جزیہ دینا قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد نامہ لکھ کر ان کو دیا' اس میں مسلمانوں کی جانب

سے یہ اقرار تھا کہ: ”نصاریٰ نجران کو کسی طرح تبدیلی مذہب پر مجبور نہ کیا جائے گا اور نہ ان سے عشر لیا جائے گا۔“ (الکامل فی التاریخ)

یہ ہے شریعت کا حکم اور یہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل۔ کیا ان اصول مقررہ و مسلمہ کے بعد بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ جبراً مسلمان بنانے کا مرتکب ہوتا؟ اگر کوئی ایسا کرتا تو کیا اس کا یہ فعل شریعت اسلام کے مطابق ہوتا؟ یا ایسا ہی سمجھا جائے' جیسے دوسرے احکام شریعت کی خلاف ورزی؟

اس میں کچھ تردد نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم کی پوری پابندی کی۔ یہی وجہ ہے کہ گو اسلام نے سرزمین عرب سے باہر قدم رکھتے ہی جلد جلد ممالک روم و شام و مصر و عراق کی کایا پلٹ دی اور ان کو تہذیب و تمدن کے اصولوں کی تعلیم دے کر اسلام کے محاسن کا گرویدہ بنا دیا' مگر کسی ایک جگہ کے واسطے اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ وہاں کے باشندوں کو اسلام لانے پر مجبور کیا گیا' یا اس کے لئے طمع دلانے کے ایسے سامان کئے گئے ہوں جن سے وہ لوگ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کریں۔

اسلام اور سلاطین اسلام نے اس بارہ میں جس استغناء سے کام لیا ہے' اس کے ثبوت کے واسطے یہی کافی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے مشن نہیں قائم کئے گئے نہ مناد (مبلغ) و واعظ مقرر کئے گئے' سلطنت نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی' یہود و نصاریٰ اس آزادی کے ساتھ مذہبی رسوم ادا کرتے تھے جیسے مسلمان' ان کو ممالک اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو' ان کی جان و مال کی وہی قدر و قیمت تھی جو مسلمانوں کی' ایک معاہد و ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل کر دینا اسلام کا خاص مسئلہ ہے۔ اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اگر اس قسم کی تدبیریں کی جاتیں جو عیسائیت کے لئے ہوئیں یا ہو رہی ہیں تو بلاد اسلامیہ میں کسی غیر مذہب کا وجود بھی باقی نہیں رہتا' اسلام کی ذاتی خوبیوں اور سادہ تعلیم کے ساتھ اگر سامان رغبت بھی جمع کر دیا جاتا تو کیا ایک متنفس (سانس لینے والا فرد بشر) بھی ایسا رہتا جو اسلام کو قبول نہ کر لیتا؟ اور کیا جس طرح ”اندلس“ (اسپین) جیسا وسیع ملک' جہاں کروڑوں مسلمان آباد تھے' جہاں سات آٹھ صدیوں تک اسلامی جھنڈا لہراتا رہا' ایک دم اسلام کا نام لینے والوں سے خالی ہو گیا۔ روم و شام' مصر و عراق' ہندوستان وغیرہ اور خود ”اندلس“ کا بھی حال نہ ہوتا؟ کہ سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب کا نام و نشان مٹ چکا ہوتا' لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا' اسلام نے مساوات اور آزادی کے وہ اصول قائم کئے جن کی وجہ سے سلطنت کے شباب اور زور کے زمانہ میں یہود' نصاریٰ' مجوس' پہلو بہ پہلو رہتے اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں مسلمانوں سے مزاحمت کرتے تھے۔

چند مثالیں:

ا:...... خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں تیسری اور چوتھی صدی (ہجری) کے اندر ابراہیم بن ہلال صابی بہت بڑا ادیب و عالم گزرا ہے' ابراہیم پہلے خلیفہ (معز الدولہ عباسی) کا میر منشی رہا' اس کے بعد عز الدولہ ابن بویہ دیلمی کا میر منشی ہوا اور پھر ترقی کر کے درجہ وزارت تک پہنچ گیا۔ عز الدولہ کی جانب سے جو خطوط اس کے بھائی عضد الدولہ کے نام لکھا کرتا تھا' ان میں عضد الدولہ نسبت تضحیک آمیز اور رنج دہ الفاظ استعمال کرتا تھا' عز الدولہ کے بعد جو عضد الدولہ بادشاہ ہوا تو اس نے ابراہیم کو قید کر کے ارادۂ قتل کیا' مگر ابراہیم کے فضل و کمال کی قدردانی اس درجہ تھی کہ عضد الدولہ جیسے زبردست اور بارعب بادشاہ کے دربار میں بڑے بڑے درجہ کے مسلمان سفارشی کھڑے ہو گئے' عضد الدولہ نے قصور معاف کر کے سلطنت دیلمیہ کی تاریخ لکھنے کا عظیم الشان اور مہتم بالشان کام اس کے سپرد کیا۔ (وفیات الاعیان)

ابراہیم کا انتقال ہوا تو مقبرۂ شونیزی (دارالسلام بغداد کا مشہور و معروف مقبرہ ہے) میں مدفون ہوا اور شریف رضی جیسے شخص نے اس کے مرثیہ میں پر زور قصیدہ لکھا' جس کا پہلا شعر یہ ہے:

أرأيت من حملوا على الأعواد؟
أرأيت أين خبا ضياء النادي؟

ترجمہ: ”تجھ کو خبر بھی ہے کہ لوگ جنازے پر کس کو اٹھائے جاتے ہیں؟ تجھ کو معلوم بھی ہے کہ مجلس کی روشنی کہاں چھپ گئی۔“ (وفیات الاعیان)

ابراہیم قرآن مجید کا حافظ تھا' مسلمانوں کے ساتھ رمضان شریف کے روزے برابر رکھتا تھا مگر مرتے دم تک اپنے قدیم مذہب پر قائم رہا اور باوجود عز الدولہ بادشاہ کی رغبت و خواہش کے...... جو محض ہمدردانہ تھی...... اسلام نہ لایا۔ (وفیات الاعیان)

۲:...... ابراہیم کا پوتا ہلال بن محسن بھی بڑا فاضل و عالم ادیب و کاتب تھا' ابوعلی فارسی جیسے امام فن کا شاگرد تھا' خطیب بغدادی جیسے حافظ و محدث نے اس کی شاگردی کی تھی۔ ہلال کی بھی ساری عمر قدیم مذہب کی پابندی میں گزری' کسی قسم کا دباؤ یا رغبت اس کے اسلام لانے کا باعث نہ ہوئی' البتہ آخری عمر میں توفیق الٰہی شامل حال ہوئی تو خود بخود مسلمان ہو گیا۔ (وفیات الاعیان)

۳:...... ابن تلمیذ نصرانی جس درجہ کا عالم و

فاضل تھا' اس کا اندازہ صرف اس ایک بات سے ہوسکتا ہے کہ عماد اصبہانی جیسے زبردست عالم اس کو "سلطان الحکماء" کے لقب سے یاد کرکے اپنی کتاب "خریدہ" میں جن الفاظ سے اس کی تعریف کرتے ہیں' اس کے اندازہ کے لئے ذیل کے فقرات ملاحظہ کرلئے جائیں:

"وہ علم طب میں دنیا کا مقصود ہے' اپنے زمانے کا بقراط و جالینوس ہے' گزشتہ لوگوں میں بھی کوئی علم طب کے اندر اس درجہ کو نہیں پہنچا' بڑی عمر پائی اور جلالت و اقتدار کے ساتھ عمر بسر کی' میں نے اس کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا روشن چہرہ والا' تازہ اور شیریں ہیئت و صورت والا' میٹھی گفتگو والا' روح اس کی لطیف' جسم اس کا ظریف' ارادہ اور ہمت بلند' طبیعت ذکی' فکر صائب' رائے عمدہ تھی' نصاریٰ کا شیخ اور عالم تھا اور ان کا سردار اور افسر تھا۔" (وفیات الاعیان)

انصاف سے عماد اصبہانی کے ان الفاظ کو دیکھنا چاہئے کہ ایک مسلمان عالم کیسے کھلے دل سے ایک عیسائی کے فضل و کمال کا اعتراف کرتا ہے۔

ابن التلمیذ مذکور باوجودیکہ ایوان خلافت میں دخیل اور کامل رسوخ یافتہ تھا' خلیفہ کی ہم نشینی اور منادمت (ہم نشینی) کا فخر اس کو حاصل تھا' ذمہ داریوں کے عہدوں پر فائز تھا' مگر اپنے مذہب پر برابر قائم رہا کوئی امر اس کو ترک مذہب کے لئے داعی نہ ہوا۔ عماد اصبہانی فرماتے ہیں:

"مجھ کو ابن التلمیذ کا حال دیکھ کر سخت تعجب ہوتا تھا کہ باوجود کمال علم و فہم کے اسلام جیسی دولت سے کیونکر محروم رہا؟ ہدایت و ضلالت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔" (وفیات الاعیان)

شریعت اسلام کے مقررہ اصول کے ساتھ

اہل اسلام اور سلاطین اسلام کا برتاؤ دوسرے مذاہب کے مشنریین (مبلغین' مذہب کی اشاعت کرنے والے) سے یہ ہے' جس کا نمونہ ہم نے ان دو (تین) مثالوں میں دکھایا ہے' جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کی اشاعت میں جبر و زبردستی یا کسی قسم کی ناملائم و مبتذل (نامناسب' نازیبا' ذلیل' حقیر) تدبیروں کو ہرگز دخل نہ تھا' پھر بایں ہمہ ایسی سرعت کے ساتھ اسلام کا دنیا میں پھیل جانا اور بڑے بڑے منکروں کا اسلام کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوجانا اس کی وجہ صرف وہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کہ اسلام کے اصول فطرت اور عقل کے موافق صداقت اور راست بازی کو ساتھ لئے ہوئے شرک فی العقیدہ و العمل سے بالکل پاک تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اوصاف' اخلاق حمیدہ اور خالق و مخلوق کے ساتھ کمال ربط' خالق کی درگاہ میں کامل عجز و نیاز کے ساتھ مخلوق کی بے انتہا ہمدردی و دل سوزی' طریقہ تعلیم وحدانیت نہایت دلفریب و موثر یہ وہ امور تھے کہ بسا اوقات زبانی تعلیم کی نوبت بھی نہ آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر نظر ڈالتے ہی اسلام کی حقانیت کا یقین ہوجاتا تھا۔

مسلمانوں کا اسلامی اصول اور احکام پر مضبوطی سے قائم ہونا' صدق و یقین و اخلاص کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونا' عبادات و معاملات میں بے انتہا صفائی کے ساتھ چست و چالاک ہونا' حق کے مقابلہ میں مخلوق کی پرواہ نہ کرنا' یہ وہ باتیں تھی جو بہ ہیئت مجموعی خود بخود ہدایت و ارشاد کا کام دیتی تھیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں اور ان کے شبانہ روز طرز عمل کو دیکھ لینا کافی اور اشاعت اسلام کے دوسرے طریقوں سے مستغنی کرنے والا تھا۔ اہل کتاب کے علماء کو پہلے سے طلوع آفتاب اسلام کا علم تھا اور اس کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔

مگر ہم اپنے دعویٰ کو دلائل مذکورہ سے ثابت کرنے پر قناعت کرنا نہیں چاہتے' بلکہ اس کو واقعات اور حالات کی زبردست شہادت سے مضبوط اور دلنشیں کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اسلام کی تیرہ صدیوں کے واقعات میں سے چند منتخب حالات کا بیان کردینا ضروری سمجھتے ہیں' جس سے ہمارا یہ دعویٰ اس طرح دلنشیں ہوجائے گا کہ کسی کو انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

ہم اسلام کی تیرہ صدیوں کو چار حصوں پر منقسم کرکے ہر ایک حصہ کے متعلق سیر و تواریخ کے ہزارہا حالات میں سے چند ایک کو بیان کرتے ہیں' جس سے ثابت ہوجائے کہ اشاعت اسلام کے لئے جو من گھڑت اسباب پیدا کئے گئے ہیں وہ واقعیت سے بالکل دور' ہٹ دھرمی' تعصب اور عناد کا نتیجہ ہیں۔ پہلا حصہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از ہجرت' دوسرا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ہجرت' تیسرا حصہ قرن صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین' چوتھا حصہ زمانہ مابعد الصحابہؓ۔

زمانہ رسول اللہؐ از بعثت تا ہجرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل ہونے کے بعد تیرہ سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے' اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سے جھگڑا' منازعت کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی' بلکہ صبر کرنے اور تکالیف جھیلنے کا حکم تھا' کفار مکہ طرح طرح کی اذیت پہنچاتے تھے' کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اٹھا نہ رکھتے تھے۔ (ہرممکن کوشش کرنا) مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بجز صبر و تحمل' یا دعائے ہدایت کے کچھ جواب نہ ہوتا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ کوئی شخص اسلام لانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا اور جو چند آدمی مسلمان ہو گئے تھے تو ظاہر نہ ہو سکتے تھے اور اگر ظاہر ہوتے تو ان پر وہ عذاب اور مصیبتیں نازل ہوتی تھیں جن کو جھیلنا تو درکنار دیکھنا بھی دشوار ہوتا تھا' لیکن اس سخت اندیشہ اور مصیبت کے وقت بھی اسلام کی جلوہ افروزی بڑھتی جاتی تھی۔ اسلام اندر ہی اندر ترقی کر رہا تھا' اس کی جڑیں مضبوط ہو رہی تھیں' تھوڑے سے غور و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ترقی اور اشاعت کی بنیاد ایسے وقت مستحکم ہوئی جب کہ مسلمانوں پر طرح طرح کے جور و ستم کیے جاتے تھے اور ان کو دین سے ہٹا دینے کی کوئی ممکن تدبیر اٹھا نہ رکھی جاتی تھی' اسلام اپنے سچے اور سادہ اصول کا سکہ بٹھلا رہا تھا اور قریش مکہ کے بڑے بڑے گھروں میں اسلام کی شعاعیں پہنچ رہی تھیں۔ اسلام کی قوت و شوکت کا جن پر زیادہ مدار ہے اور جو لوگ خلافت راشدہ کے درجہ پر پہنچے جن کے علم و عمل سے اسلام کو رونق ہوئی' وہ اسی سخت خوف و روپوشی کے زمانہ میں مسلمان ہوئے۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ کتب سیر و تواریخ میں مذکور ہے: ''گھر سے تلوار لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے چلے تھے' راستہ میں ایک شخص نے پوچھا کہ اس طرح تلوار لئے کہاں جاتے ہو؟ کہا: اس شخص کے قتل کے لئے جاتا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال دیا' ان کے دین کی علی الاعلان مذمت کی۔ اس شخص نے کہا کہ اپنے گھر کی تو خبر لو' تمہارے بہنوئی اور بہن دونوں مسلمان ہو چکے ہیں' یہ سن کر غصہ میں بھرے بہن کے گھر پہنچے' دروازہ بند تھا اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ دونوں کو کلام الٰہی کی تعلیم دے رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خبابؓ کی آواز سن لی' دروازہ کھلوایا اور پوچھا: تم دونوں کیا پڑھتے تھے؟ دونوں نے انکار کیا کچھ نہیں کہا: نہیں میں نے سنا ہے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو' یہ کہہ کر بہنوئی کو مارنے کو کھڑے ہو گئے' بہن نے چھڑانا چاہا تو ان کو بھی زخمی کر دیا' بہن نے کہا: بے شک ہم مسلمان ہو چکے ہیں' تم جو چاہو کرو۔ حضرت عمرؓ بہن کو خون آلودہ دیکھ کر نرم ہوئے اور کہا: یہ کاغذ جو تم پڑھتے تھے مجھے دو' انہوں نے کہا: تم مشرک نجس ہو اور نجس کلام الٰہی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا' حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور سورۂ طٰہٰ کو جو اس میں لکھی ہوئی تھی' پڑھ کر کہا: یہ کیسا اچھا کلام ہے' خبابؓ جو اندر چھپے ہوئے بیٹھے تھے' حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ سن کر باہر نکلے اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے بارے میں قبول فرمائی' آپ ﷺ نے کل دعا کی تھی: الٰہی دین اسلام کو دو شخصوں میں سے ایک کے مسلمان ہونے سے تقویت پہنچا' ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب' ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے' حضرت عمرؓ نے خبابؓ سے کہا کہ مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں لے چلو کہ مسلمان ہو جاؤں' وہاں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔'' (سیرت النبی لابن ہشام)

حبشہ کی جانب ہجرت اور قریش مکہ کی اسکیم:

جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے کفار کی تکلیف دہی سے جب بالکل تنگ آ گئے اور کوئی صورت یہاں رہنے' زندگی بسر کرنے (اور) ارکان اسلام ادا کرنے کی نہ رہی' تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں اور نجاشی بادشاہ کی امن و حفاظت میں رہیں (سیرت النبیؐ) نجاشی نصرانی تھا اور وہاں کے باشندوں کا مذہب عیسائی تھا۔ نجاشی کو غائبانہ بیٹھے ہوئے آپ ﷺ کے حالات سن کر اور مہاجرین کے طریق و انداز سے اسلام کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

''قریش مکہ دیکھ کر کہ مسلمان تو ''حبشہ'' میں جا کر مطمئن ہو گئے اور آزادی سے ارکان اسلام ادا کرنے لگے اور نجاشی نے ان کی بہت مدارات کی (عزت' آؤ بھگت) بہت گھبرائے اور مشورہ کر کے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی اور اس کے درباری لوگوں کے واسطے قیمتی ہدایا دے کر بھیجا (ان دونوں حضرات نے) ''حبشہ'' کے بڑے بڑے سرداروں سے مل کر کہا کہ ہمارے یہاں کے چند نادان قدیمی مذہب کو چھوڑ کر ایک جدید مذہب کے تابع ہو گئے ہیں۔ ہم اس لئے آئے ہیں کہ بادشاہ سے کہہ کر ان کو ہمارے سپرد کرا دو' بادشاہ کو ان سے بلا واسطہ گفتگو کرنے کی نوبت نہ آئے ورنہ ہمارے سپرد نہ کئے جائیں گے' سرداروں نے وعدہ کر لیا کہ ہم اس بارے میں پوری تائید کریں گے' ان لوگوں نے نجاشی سے مل کر اپنا مدعا بیان کیا' اعیان دربار (سربرآوردہ لوگ' معززین) نے اس کی تائید کی کہ بے شک ان لوگوں کو ان کے سپرد کر دینا چاہئے۔ نجاشی نے غصہ ہو کر کہا کہ جو میری امن میں آ کر رہیں ہرگز ان کو سپرد نہ کروں گا تاوقتیکہ گفتگو نہ کرلوں۔ (سیرت النبی لابن ہشام)

نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا' مسلمانوں کو اندیشہ تھا کہ آخر نجاشی عیسائی ہے' اگر ہم نے اسلام کے عقائد توحید وغیرہ کو صاف بیان کیا تو وہ بھی برہم ہو گا' مگر مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ بات سچی اور صاف کہیں گے کسی کو بری معلوم ہو یا بھلی۔'' (سیرت النبی لابن ہشام)

(جاری ہے)

مسلمان کی شان امتیازی

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ

میرے دوستو' عزیزو! اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانو! اور میرے محبوب و قابل قدر بھائیو! پہلے تو میں آپ تمام لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں خاص طور پر انہیں جو یہاں اس بڑے تبلیغی و دعوتی اجتماع کے ذمہ دار ہیں' کارکن اور داعی ہیں کہ کتنی بڑی تعداد میں لوگ یہاں اکٹھے ہوئے' جن کا اتفاق ایک کلمہ پر ہے' ایک عقیدہ پر ہے' ایک مقصد پر ہے' اور ایک طرز پر ہے' یہ ایسا مجمع ہے کہ جو اگر بے ادبی اور گستاخی نہ ہو تو کہوں کہ عرفات و منیٰ کی یاد دلاتا ہے اور اس سے بڑھ کر بلیغ تشبیہ نہیں ہو سکتی کہ اس مجمع کی تشبیہ عرفات و منیٰ سے دی جائے۔

میں کہوں گا کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ یا حادثہ نہیں ہے کہ اتنا بڑا مجمع جو کہ خاص مقصد لے کر جمع ہو' ایک فکر لے کر جمع ہوا اور وہ دنیا میں انقلاب برپا کر دے' میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں اور تاریخ میرا خاص موضوع رہا ہے' اور پھر میں نے کئی زبانوں میں تاریخ پڑھی ہے' انگریزی میں پڑھی ہے' اردو فارسی میں پڑھی ہے اور پڑھی ہی نہیں لکھی بھی ہے' میں کہتا ہوں کہ اتنا بڑا مجمع اگر ایک مقصد رکھنے والا ہو اور وہ خلوص کے ساتھ جمع ہو' تو دنیا میں انقلاب آ سکتا ہے۔ (سہ روزہ تبلیغی اجتماع ۱۹۹۹ء ندوۃ العلماء لکھنو)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یاایھاالذین آمنو ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیاٰتکم ویغفرلکم واللہ ذوالفضل العظیم."

(سورۂ انفال:۲۹)

اس آیت کریمہ پر بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا' یہ ایک سنسنی خیز چونکا دینے والی' ہلا دینے والی اور انقلاب لے آنے والی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو الٰہ العالمین ہے' رب العالمین ہے' خالق کائنات ہے' خالق جن و بشر ہے' کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر پیش نہیں آ سکتی' سلطنتوں میں انقلاب پیدا کرنے والا ہے' حالات میں تبدیلی لانے والا ہے' غلام کو آزاد کرنے والا ہے' اور آزاد کو غلام بنا دینے والا ہے' اور وہ جو "عالم الغیب والشہادۃ" جو قادر مطلق ہے' جو قدیر برحق ہے جو الٰہ برحق ہے وہ کہتا ہے:

"یاایھاالذین آمنوآ ان تتقواللہ۔"

ترجمہ: "اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے......"

یہ "تقویٰ" کوئی معمولی لفظ نہیں ہے کہ جو کم کھائے سادہ رہن سہن رکھے' یا کم گو ہو بس کہہ دیا جائے کہ یہ متقی ہے' غیبت نہ کرے' چغلی نہ کھائے' جھوٹ نہ بولے' تو وہ متقی ہو گیا۔ "تقویٰ" صرف اسے نہیں کہتے' تقویٰ کا لفظ قرآن مجید کی اصطلاح میں بڑا جامع اور بہت وسیع لفظ ہے' انقلاب انگیز اور کایا پلٹ دینے والا لفظ ہے' یہاں: "ان تتقوااللہ" فرمایا گیا ہے' یہاں ڈرنے کے لئے خوف کا لفظ نہیں استعمال کیا گیا۔ "تقویٰ" میں عقائد بھی آ جاتے ہیں' اعمال بھی آ جاتے ہیں' مقاصد بھی آ جاتے ہیں' طرز زندگی بھی آ جاتا ہے' اخلاقیات بھی آ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو' شریعت پر چلنے والا ہو' اللہ و رسول کے احکام پر عمل کرنے والا ہو اور انسانیت کا بھی خواہ اور ہدایت کا داعی اور پاکباز ہو' جس کی نگاہیں نیچی' جس کی زبان محتاط' جس کا قلب دنیاوی مقاصد اور لالچ سے خالی ہو' اور اس کا دماغ بُرے منصوبوں سے پاک ہو تو جب تقویٰ والی زندگی گزارنے والا یہ مسلمان جب بھی گزرے گا تو انگلیاں اٹھیں گی کہ دیکھو! یہ مسلمان جا رہا ہے' دیکھو! اللہ کا بندہ جا رہا ہے' ایک امتیازی شان طاری ہو جائے گی۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یجعل لکم فرقاناً......"

ترجمہ: "وہ تمہارے اندر ایک شان امتیازی پیدا فرما دے گا۔"

میں "فرقان" کا ترجمہ "شان امتیازی" سے کر رہا ہوں' فرقان کا لفظ اتنا بلیغ عمیم اور وسیع ہے کہ اردو میں فرقان کا ترجمہ کرنا آسان نہیں' جو لفظ

قریب تر ہے وہ کہہ رہا ہوں کہ وہ تمہارے اندر شان امتیازی پیدا کردے گا کہ انگلیاں اٹھیں گی' نگاہیں بلند ہوں گی' لوگ اشارے کریں گے' لوگوں کی بعض اوقات نیند اڑ جائے گی' بعض اوقات غفلت دور ہو جائے گی کہ دیکھو! وہ مسلمان جارہا ہے' وہ مسلمان گزر رہا ہے' مسلمان کیسے پارسا اور کیسے پاکباز ہوتے ہیں' انسانیت اصل مسلمانوں میں ہے' یہ کسی غیر محرم پر نظر نہیں اٹھاتا اور راستہ میں اگر کوئی چیز پڑی ہے' جس سے کوئی تکلیف ہو سکتی ہے' کسی کو ٹھوکر لگ سکتی ہے تو اس کو ہٹا دینے والا ہے' لوگوں کو دھکا دینے والا نہیں ہے' سہولت سے چلنے والا ہے' وقار کے ساتھ چلنے والا ہے' خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ چلنے والا ہے۔

یہ تھے مسلمان جو گئے چنے کہیں پہنچ جاتے تھے تو پورے پورے معاشرہ کو' ماحول کو بدل ڈالتے تھے' پورے پورے شہر مسلمان ہو گئے' لوگوں کی غفلت خواہ کتنی ہی بڑھی ہوئی ہو اور ان کے اندر کتنی ہی مال کی لالچ ہو' اور جمال کی لالچ ہو' حب مال ہو' حب جمال ہو' کچھ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تاثر لینے اور تاثر دینے کا مادہ پیدا کیا ہے اور دنیا یہ جو چل رہی ہے اس میں اس کو بڑا دخل ہے۔

ذرا مجھے صفائی سے کہنے دیجئے کہ پتہ نہیں پھر یہ موقع آئے یا نہ آئے' ایسا بڑا مجمع جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کے لئے کہاں کہاں سے آیا ہے اور تبلیغی اجتماع میں آیا ہے تو اس سے بہتر اور مناسب موقع اور کیا ہوگا؟ دنیا میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہے اور یہی دنیا کے باقی رہنے کا راز ہے کہ اس وقت تک اللہ تبارک وتعالیٰ جو کہ خالق کائنات ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ ابھی انسان میں سبق لینے کی خاصیت موجود ہے' اور نیک بننے کی صحیح راستہ پر آنے کی خواہش ہے' آپ جب تبلیغ کا وسیع اور عالمگیر کام کریں گے' اصول پر چلیں گے' جماعتیں بنائیں گے' ملک بھر میں پھریں گے' اور الحمدللہ! یہ کام تو اتنا پھیل چکا ہے کہ دنیا بھر میں جماعتیں جاتی ہیں اور نکلتی ہیں' آپ بھی انشاء اللہ نکلیں گے' اثر ڈال کر آیئے گا' متاثر ہو کر نہیں متاثر کر کے آیئے گا کہ کایا پلٹ جائے اور انقلاب آجائے۔

ایک بات صفائی سے اور کہتا ہوں' بدگمانی نہیں کرتا' لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ شاید نہ کہی گئی ہو کہ آپ جس ملک میں ہیں' جس سرزمین پر رہ رہے ہیں' اس میں آپ کو "شان امتیازی" کے ساتھ رہنا چاہئے "فرقان" جسے کہتے ہیں' ایسی شان طاری ہونی چاہئے کہ لوگوں کے عقائد بدل جائیں' اخلاق بدل جائیں' نگاہیں بدل جائیں' احساسات بدل جائیں کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں ہوں اور وہ اثر ڈال نہ سکیں' اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اور خالق فطرت ہے وہ فرما رہا ہے:

"ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً"

ترجمہ: "اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے اندر امتیازی شان پیدا کردے گا۔"

ایسا حال طاری ہو جائے گا کہ دیکھتے ہی لوگوں کی اصلاح ہوگی اور خدا کا خوف پیدا ہونے لگ جائے گا' آج ہمارے اندر قوت تاثیر کا جو فقدان ہے' یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہم نے "ان تتقوا اللہ" پر پورا عمل نہیں کیا' اگر "ان تتقوا اللہ" پر عمل ہو اور ہم خدا سے ڈریں' اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں اور صرف عقائد ہی نہیں' ایمانیات ہی نہیں' جذبات واحساسات' معاملات و تعلقات' اخلاق و کردار' ان سب میں فرق ہو جائے جو تم سے مطلوب ہے' پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ انگلیاں اٹھیں گی' انگلیاں ہی نہیں قدم اٹھیں گے اور زندگی کا رخ بدل کر تمہاری طرف ہو جائے گا اور لوگوں کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا' وہاں کی اکثریت کو اپنا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا' ان کو تھامنا مشکل ہو جائے گا کہ اسلام تیزی سے پھیلنے لگے گا' گھر گھر' چپہ چپہ خدائے واحد کا نام لیا جائے گا اور یہ نفس پرستی' جاہ پرستی' دولت پرستی' شہوت پرستی' منصب پرستی' سیاست پرستی' جس کی اس وقت وبا پھیلی ہوئی ہے' وہ وبا کم ہو جائے گی اور لوگوں کو اپنے مقاصد کو اپنے اغراض کو اپنے مفادات کو تھامنا مشکل ہو جائے گا کہ مسلمان اگر ہیں اور وہ اسلامی سیرت پر ہیں اور اسلامی عقیدہ پر ہیں تو ان کے اثرات ایسے مرتب ہوں گے کہ سیاسی لیڈروں کو' دانشوروں اور ادیبوں کو' قائدین کو' سماجی کارکنوں کو اور دوسرے لوگوں کو تھامنا اور مشکل ہو جائے گا۔

آج ایسا دیکھنے کو کیوں نہیں مل رہا ہے' یہ اس لئے ہے کہ ہماری زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھلی نہیں ہے' ہمارے عقائد بھی صحیح ہونے چاہئیں' ہمارے معاملات بھی صحیح ہونے چاہئیں' ہمارے اہداف اور زندگی کے نشانے بھی صحیح ہونے چاہئیں اور مختلف ہونے چاہئیں' ممتاز ہونے چاہئیں کہ یہاں راستہ میں سڑک و گلی میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے' جس سے لوگ ٹھوکر کھائیں اور پہلے تو یہاں وہ چیز پڑی ہوئی تھی' جس سے ٹھوکر لگ سکتی تھی' وہ اب نہیں ہے' ضرور یہاں سے کوئی مسلمان گزرا ہے' اسی طرح کوئی مصیبت زدہ ہے اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا'

کسی کو اس کی فکر نہیں' اگر توجہ کی یا فکر رکھی تو وہ مسلمان نے اور لوگ کہہ اٹھیں کہ ضرور اس کے پاس سے کوئی مسلمان گزرا ہے' مال کی محبت دوسروں کے مقابلہ ان میں بہت کم ہو' جو بعض اندر کی کمزوریاں اور خامیاں ہوتی ہیں' ان میں کھلا ہوا فرق ہونا چاہئے' اور نفسانی خواہشات اور خود غرضی اور حرص و ہوس جیسی دوسری کمزوریوں میں بھی نمایاں فرق ہونا چاہئے' بس یہ کہہ دینا کافی ہو کہ یہ مسلمان ہے۔

آپ تاریخ میں پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ملک ملک میں انقلاب آ گیا ہے' آپ خود خیال کیجئے' کہاں یہ جزیرۃ العرب جہاں سے اسلام نکلا' کہاں یورپ میں اسپین (اندلس) کا ملک جہاں لاکھوں کے حساب میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور پھر جہاں کی زبان تک عربی ہوگئی اور پورا کا پورا ملک مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا' اس طرح کہاں جزیرۃ العرب اور کہاں ترکی' اور کہاں الجزائر اور مغرب اقصیٰ (مراکش) ہم نے ان میں اکثر ممالک دیکھے ہیں' ایک اسپین کے سوا کہ جہاں باقاعدہ اس کی کوشش کی گئی کہ نہ یہاں مسلمان باقی رہیں اور نہ ان کا کوئی اثر باقی رہنے دیا جائے' اس میں خود مسلمانوں کی غلطی کو بھی دخل تھا' باقی آج تک ان دوسرے ملکوں میں اسلام باقی ہے اور اسپین میں بھی اسلام کے پھیلنے کی خبریں آ رہی ہیں' آپ زمینی مسافت دیکھیں' زمانی مسافت دیکھیں' زبان کا فرق دیکھیں' تربیت کا فرق دیکھیں تو زمین و آسمان کا فرق ہے' لیکن پورے پورے ملک مسلمان جو ہوئے تو یہ مسلمانوں کے اخلاق کی وجہ سے' تبلیغ و دعوت کی وجہ سے' تربیت کی وجہ سے عملی نمونہ پیش کرنے کی وجہ سے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اس ملک میں مسلمان آباد ہیں اور وہ اثر نہ ڈال سکیں' ہم تو اس مجمع کو کہتے ہیں جو بات سن رہا ہے کہ یہی کافی ہے' ہاں اگر سچے مسلمان بن جائیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے لگ جائیں۔

اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: "اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہارے اندر شان امتیازی پیدا فرمادے گا۔"

اور فرماتا ہے:

"میں تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر چکا ہوں اور تم پر اپنی نعمت تمام کر چکا ہوں' اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین کے پسند کر چکا ہوں۔" (سورۂ مائدہ)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور شیطان کے پیچھے نہ چلو' وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔" (سورۂ بقرہ)

اس آیت کریمہ میں "کافۃ" فرمایا گیا ہے' یہ بڑا جامع لفظ ہے' اس "کافۃ" میں سب آ گیا ہے "کافۃ" کا کلمہ کتنا مضبوط ہے' کتنا وسیع ہے' کتنا حاوی ہے' یہ حاوی اور شامل ہے' داخل ہونے والوں پر بھی اور اسپر بھی جس میں داخل ہوا جائے سو فیصدی اسلام میں داخل ہو جاؤ' اس میں نہ کوئی تناسب ہے کہ ستر فیصدی مسلمان' اسی فیصدی مسلمان' ایسا کچھ نہیں بلکہ تمام مسلمان پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں تو ارث (ترکہ کی تقسیم) ایسی ہونی چاہئے' واجبات و فرائض پورے ادا ہونے چاہئیں' ماں باپ کا جو حق ہے وہ' مرد و زن کا جو حق ہے وہ' بیوی کا شوہر پر' شوہر کا بیوی پر جو حق ہے وہ پڑوسی کا جو حق ہے وہ محلہ والوں کا جو حق ہے وہ شہریوں کا جو حق ہے وہ ملک والوں کا وطن والوں کا جو حق ہے وہ سب پورے اور صحیح صحیح ادا ہونے چاہئیں۔

یہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اسلام میں (اللہ کے سامنے سر جھکا دینے میں) پورے کے پورے داخل ہو جاؤ' اور یہ وہی فرما بھی سکتا ہے کہ وہ عالم الغیب ہے' اور سب کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا بنانے والا ہے' اور سب ہی کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے' جب: "ادخلو فی السلم کافۃ" اور فرمادیا تو بظاہر پھر "ولا تتبعوا خطوات الشیطن" کہنے کی ضرورت نہیں تھی' لیکن اس نے ضرورت بھی اور وضاحت کی کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ اس بات کا خیال رہے کہ شیطان کی پیروی نہ ہونے پائے' اس کے نقش قدم پر نہ چل پڑا جائے' شیطان کے نقش قدم پر چلنا نہیں ہے بلکہ تمہارے لئے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر"

ترجمہ: "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا نمونہ موجود ہے۔"

بس یہاں سے یہ عہد کر کے جائیے کہ ایسی زندگی اختیار کریں گے کہ صرف گھر ہی نہیں' پورا ماحول' پورا معاشرہ' آس پاس کا قرب و جوار' پورا شہر سب کا سب متاثر ہو اور سب ہی پر اثر ہو' لوگ کہیں کہ مسلمان کی زندگی کچھ اور ہوتی ہے' جہاں لوگ گر

جاتے ہیں اور جہاں لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں' وہاں یہ ثابت قدم رہتا ہے' جہاں دوسرے ضمیر فروشی کرتے ہیں' وہاں یہ مسلمان بکتا نہیں اور اسے کوئی خرید نہیں سکتا' نہ حکومتیں اس کو خرید سکتی ہیں' نہ سیاسی ادارے ورنہ ہی سیاسی پارٹیاں' نہ دولت منداس کو خرید سکتے ہیں اور نہ کوئی حسن و جمال اور نہ ہی عزت و کمال' کوئی اسے خرید نہیں سکتا' یہ بس ایک مرتبہ بک گئے' ان کا پیدا کرنے والا ان کو خرید چکا' جس نے ان کو دین کی نعمتیں عطا کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔'' (سورۂ توبہ:۱۱۱)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے' جنت کے عوض میں۔''

اب اس کے بعد نہ کوئی طاقت نہ کوئی منفعت اور کوئی بھی ان کو خرید نہیں سکتا' یہ کریکٹر ہونا چاہئے مسلمانوں کا' اگر آج یہ ہوتا تو پورا ملک مسلمانوں سے محبت کرنے والا' ان کے لئے جان دینے والا اور اسلام سے پورا فائدہ اٹھانے والا ہو جاتا' اور جہاں کہیں ایسا ہوا' اسی طرح ہوا کہ لوگوں نے مان لیا کہ ان کا دین سچا ہے' ان کے یہاں اصول پسندی ہے' خدا ترسی ہے' ان میں آخرت شناسی ہے' حقیقت شناسی ہے' اور آج جو اسلام باقی ہے' ہمارے ہی ملک میں نہیں' ساری دنیا میں جو باقی ہے' اس میں بہت بڑا دخل اسلام کے نمونہ کو ہی ہے' ایک فرد چلا گیا ایک ایک کونہ میں ہزاروں' لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے' دور نہ جایئے ہندوستان ہی کو لے لیجئے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر (راجستھان) آئے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے' بعض تاریخی کتابوں میں نوے لاکھ اور ایک کروڑ تک یہ تعداد بتائی گئی ہے۔ اسی طریقہ سے امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر گئے اور وہاں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا' ایسے ہی کس کس کا نام لیا جائے کہ ایک دو گئے انہوں نے کچھ لوگ تیار کئے اور پھر اس طرح پھیلنے لگا کہ گھر گھر محلہ محلہ پھیلا۔ اس سلسلہ میں حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء دعوت و جہاد کی خدمات ناقابل فراموش ہیں کہ جہاں سے ان کا گزر ہو گیا' وہاں ایمان کی لہر دوڑ گئی اور اسلام کا نور پھیل گیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی کتاب سیرت ''سید احمد شہیدؒ'' اول' دوم اور ''جب ایمان کی باد بہاری چلی'')

بس ہمیں اپنی زندگی ایسی بنا لینی چاہئے کہ ''یجعل لکم فرقانا'' والی صورت پیدا ہو جائے کہ خدا شان امتیازی پیدا کر دے گا' انگلیاں اٹھیں گی' کان کھڑے ہوں گے' آنکھیں کھلیں گی' اشارے ہوں گے' اس سے بڑھ کر کہ لوگ قدموں پر گریں گے کہ یہ مسلمان ہیں' اس کے عقائد یہ ہیں' اس کے احوال یہ ہیں' اس کے اخلاق یہ ہیں' اس کے جذبات یہ ہیں' اس کے احساسات یہ ہیں' اس کی خواہشات یہ ہیں' اس کے معیار یہ ہیں' یہ ہونا چاہئے' یہ پیغام لے کر یہاں سے جایئے۔

مزید اس وقت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا' جماعت تبلیغ کے جو اصول ہیں بنیادی نکات ہیں' اس پر بھی کچھ کہنا نہیں کہ اس پر بہت کہا جا چکا ہے اور جو رہ گیا ہوگا وہ بھی کہہ دیا جائے گا' ہم نے وہیں سے سیکھا ہے' آپ بھی وہیں سے سیکھ رہے ہیں' لیکن یہ بات کبھی نہ بھولئے گا' بلکہ اس کو اپنی گرہ میں باندھ لیجئے کہ آپ کی زندگی میں ایک امتیاز ہونا چاہئے' ایک کھلا ہوا فرق ہونا چاہئے' جس کے لئے قرآن کریم کے لفظ سے بڑھ کر کوئی دوسرا بلیغ لفظ ہو ہی نہیں سکتا' وہ ہے ''فرقان'' کہ آپ کی زندگی میں ایک فرقان ہونا چاہئے' جو دیکھے کہے کہ یہ مسلمان ہے' یہ مسلمان کا کام نہیں' صدہا نہیں ہزار ہا واقعات ہیں تاریخ میں کہ مسلمانوں نے وہ کیا جو کوئی نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی بھی کوئی قربانی ہو سکتی ہے' ایسی بھی کوئی ہمت کر سکتا ہے' ایسا بھی کوئی ایثار کر سکتا ہے' لیکن مسلمان نے کیا' تاریخ میں سب موجود ہے' یہ ریکارڈ ہے جو ہسٹری (تاریخ) میں محفوظ ہے' مسلمانوں کے مابہ الامتیاز بلکہ ممتاز اور معیاری طرز عمل سے لوگ ہزار ہا ہزار کی تعداد میں مسلمان ہوئے ہیں' تاریخ میں آپ پڑھیں مسلمان نے فتح پانے کے باوجود کیسے رحم کا سلوک کیا' کیسی انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کیا کہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم کو مسلمان کر لیجئے' جو لڑنے آئے تھے وہ قدموں پر گرے اور اسلام قبول کیا۔

بھئی! آج ہندوستان میں محض ہمارے اوپر دین اور اسلام کا حق ہی نہیں بلکہ ملک و وطن کا حق بھی ہے' یہ بہرحال ہمارا وطن ہے' اللہ نے ہم کو یہاں پیدا کیا اور ہمارے لئے اس سرزمین کا انتخاب کیا' اس کا بھی حق ہے' آدمی کو اپنے گھر سے محبت ہوتی ہے' یہ ہمارا گھر ہے' اس میں ہمیں ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح ہو' بلکہ زندگیوں میں انقلاب آجائے' یہ ظلم و اندھیر جو ساری دنیا میں تو ہو ہی رہا ہے کبھی کبھی ہمارے ملک میں بھی ہو جاتا ہے' بند ہو' کبھی سیاست کے راستہ سے' کبھی حکومت و اقتدار کے راستہ سے' کبھی مقصد و مفاد کے لحاظ سے' یہ سب بند ہو' انصاف پھیلے اور خدا کا خوف عام ہو'

باقی صفحہ 9 پر

آوازۂ تجدید

تقلید فرنگی کا بہانہ

صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے حال ہی میں اپنی آزاد خیالی اور روشن خیالی کے زیر اثر رہ کر اسلامی نصوص و تعلیمات کی جو تعبیر و تفہیم کی ہے' اسے بجا طور پر دین اسلام کی واضح تعلیمات سے اظہار نفرت' بیزاری اور خالص اسلامی بنیادوں پر تشکیل پانے والے تصور پاکستان سے انحراف و بغاوت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

جنرل صاحب نے بی بی سی نیوز نائٹ کے پروگرام میں اپنی دین بیزاری کا تاثر ان لفظوں میں پیش کیا ہے:

''خواتین کو گھروں میں بند رکھنا ایک رجعت پسند نظریہ ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خواتین کو گھروں کے اندر رکھنا چاہئے' انہیں پردہ کروانا چاہئے' یہ بالکل غلط ہے۔''

صدر صاحب نے برقع اور داڑھی کو اپنے گھر کی چار دیواری تک محدود رکھنے کا ایک نیا حکم دریافت کرکے' اس پر ان لفظوں میں روشنی ڈالی ہے:

''ملک کو سب سے بڑا خطرہ انتہا پسندی سے ہے۔ اس پر قابو پانے اور ملک کو جدید راہ پر گامزن کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان اسی صورت میں اسلامی امہ کی قیادت کرسکتا ہے کہ جب یہ جدید اور مضبوط ملک ہو۔ پاکستان اعتدال پسند مسلمانوں کا ملک ہے۔ عوام کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں مولویوں کے اسلام کی ضرورت نہیں' اگر کسی کو برقع اور داڑھی پسند ہے تو اسے اپنے اور گھر والوں تک محدود رکھے' اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اسے پورے معاشرے پر زبردستی مسلط کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ پاکستان میں انتہا پسندی کسی بھی شکل میں برداشت نہیں کی جائے گی۔''

مولانا سلیم اللہ خان

صدر صاحب اپنے آئے روز بیانات اور متذکرہ ریمارکس کے تناظر میں روشن خیالی' رواداری اور تحمل و برداشت کے فلسفہ کے پرزور داعی کی حیثیت سے اپنے آپ کو سامنے لانا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں اب بھی الحمدللہ! ایک بڑی اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو پردہ' داڑھی اور دیگر شعائر و احکام اسلام کے سامنے سر اطاعت خم کرکے' ان پر مکمل اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور اسلامی شعائر کی مخالفت میں ایسے خفیف استہزائیہ جملوں کا استعمال ان کے اندر غیظ و غضب کی آگ بھڑکانے کے مترادف ہے۔ ایسے غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ ریمارکس کے ذریعے' اسلامی شعائر کو ایک خندۂ استہزا کے ساتھ مسترد کرکے' لوگوں کے اسلامی جذبات و احساسات کو مجروح کرنا' کیا بجائے خود انتہا پسندی نہیں؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک قابل لحاظ طبقہ' اپنی زندگی کی عملی سطح کو اسلامی تعلیمات کے قالب میں ڈھالے ہوئے ہے' پردہ کو شریعت کا حکم اور داڑھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور مبارک کی سنت تصور کرتے ہیں' ایسے بیانات دے کر اپنے ہی عوام کے جذبات و احساسات پر ضربیں لگا کر ان کی حوصلہ شکنی کرنا' ان کی اسلامی اقدار کو فرسودہ قرار دینا' کیا روشن خیالی اور رواداری کے منافی نہیں؟

صدر صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اپنے متذکرہ ریمارکس میں انہوں نے جس مسلم امہ کا حوالہ دیا ہے' داڑھی اور پردہ کے احکام کے بارے میں اسی امت کے پیغمبر' رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور تعلیمات کیا تھیں؟ کیا حدیث یا تاریخ کے کسی معتبر حوالہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ پردہ اور داڑھی اسلامی احکام میں شامل نہیں؟ کیا وہ اسلام کے دائرہ احکام سے خارج ہیں؟ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ خود اپنے چہرۂ انور کو داڑھی کی زینت

سے سجائے رکھا' بلکہ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی داڑھی رکھنے کا حکم دے کر فرمایا: ''مونچھوں کو تراشو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔''

ان تصریحات کی روشنی میں صدر صاحب کے تضحیک آمیز بیانات سے ایک باشعور اور درد مند مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' سنت نبویہ کو انتہا پسندی کا نام دینا اور اسے فرسودہ روایت سمجھنا اتنی بڑی جسارت ہے کہ ایک حقیقی مسلمان سے جس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

بے پردگی اور آزادی کے جواز کا استدلال پیش کرتے ہوئے صدر صاحب نے مسلم امہ کی باعصمت اور باپردہ خواتین کے لئے اپنی اہلیہ محترمہ کو نمونہ قرار دیا ہے جن کی اندرون اور بیرون ملک تقریبات میں شرکت کی تصویری جھلکیاں یقیناً اخبارات کی زینت بنتی ہوں گی اور وہ نامحرم مردوں کے ساتھ گروپ فوٹو کے لئے پوز بھی دیتی ہوں گی۔ ایک یہ کردار ہے' دوسرا کردار ازواج مطہرات اور امہات المومنین کا ہے۔

صدر صاحب ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ سوچیں کہ وہ ازواج مطہرات کے مقابلہ میں کون سے اسلامی کرداری کی تلقین فرما رہے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات سمیت تمام خواتین اسلام کو پردہ نشینی کا حکم دینا مذہب اور میانہ روی کے خلاف ہے؟ پردہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح تعلیمات اور ازواج مطہرات کے کردار سے قطع نظر' خود قرآن کریم کی آیت نصوص نے بھی خواتین اسلام کے لئے ان کا دائرہ کار وضع کر کے انہیں گھروں کی چار دیواری کے اندر رہ کر' ایک باعصمت اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآنی آیات میں عورتوں کو زمانہ جاہلیت کی طرح بلا ضرورت گھر سے باہر قدم رکھنے اور سر بازار برہنہ سر' بے پردہ گھومنے پھرنے اور نامحرم مردوں کے ساتھ آزادانہ گفتگو کی مخالفت کا واضح حکم موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکم کو انتہا پسندی کا نام دے کر اس کے مقابلہ میں مغربی طرز تہذیب اختیار کرنے کی تلقین کر کے صدر صاحب کے عزائم پہلے سے زیادہ کھل کر سامنے آگئے ہیں کہ وہ اسلام کی صحیح اور حقیقی تعبیر سے بیزار ہیں اور اپنی آئیڈیل شخصیت' سیکولرازم کے علمبردار' اسی مصطفیٰ کمال اتاترک کے نقش پا پر چلنے کا عزم رکھتے ہیں' جس نے ترک کی سرزمین سے اسلام کا نام ونشان تک مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

جنرل صاحب نے کرسی اقتدار پر مسند نشین ہوتے ہی ایسے دین بیزار عزائم وافکار کو لفظوں کا جامہ پہنانا شروع کر دیا تھا' جن کے ڈانڈے بیک وقت کمال اتاترک اور یورپ کی مادر پدر آزاد اخلاق باختہ تہذیب سے جا ملتے ہیں۔ اس بنا پر ان کے متذکرہ خیالات کے اظہار کا واقعہ واقفان حال کی نظروں میں خلاف توقع اور انوکھا نہیں۔

اہل مغرب کی اطاعت کیشی' ان کے سامنے ضرورت سے زیادہ جھکاؤ اور پھر اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے سیکولرازم طرز تہذیب وفکر اپنانے کی تلقین صراحتاً وہ پہلے بھی کر چکے ہیں۔

واضح رہے کہ سیکولرازم کے تحت' مذہب اور دین فرد کا ایک ذاتی مسئلہ بن جاتا ہے۔ معاشرے کی اجتماعی سیاسیات اور اخلاقیات کے حدود واربعہ سے مذہب کا عنصر خارج ہو جاتا ہے۔ انفرادی اور شخصی زندگی میں مذہب اور دین پر عمل کا معاملہ سیکولرازم میں اگرچہ فرد کا حق ہے' لیکن معاشرے کا مذہبی اور دیندار طبقہ اگر سیاست ومعاشرت کی اجتماعی تشکیل مذہب کے اصول کے تحت کرنا چاہے تو یہ خیال سیکولر نظریہ سے متصادم ہوگا۔

جنرل صاحب اس ملک کو ایک ایسا سیکولر اسٹیٹ بنانے کی خواہش رکھتے ہیں' جس میں اجتماعی سیاست ومعاشرت کے دائرہ حدود سے مذہب کا عنصر کان سے پکڑ کر باہر کر دیا جائے' ان کا یہ خیال اسلام اور تصور پاکستان سے انحراف ہے۔

ان ہزاروں' لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کو سیکولرازم کی بھینٹ چڑھانا کوئی معمولی بات نہیں' جنہوں نے خون کے کئی دریا عبور کر کے ایک آزاد اسلامی ریاست کی تشکیل کے لئے' پاکستان کی صورت میں اپنے خوابوں کی ایک زندہ اور متشکل صورت دیکھی۔ تاریخی اور زمینی حقائق کی روشنی میں اس امر سے قطعاً انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اسلام ہی تحریک پاکستان کی اساس تھا' جس کے مآخذ اور سرچشمہ قرآن وحدیث ہیں۔ ان دونوں بنیادی مآخذ سے متصادم نظریات جن کا اظہار جنرل صاحب نے کیا ہے' پاکستان کے مسلمان معاشرے کے لئے قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

چوری کی سزا اسلام نے ''قطع ید'' تجویز کی ہے۔ قرآنی آیات اس سلسلے میں واضح اور صریح ہیں' جن میں چوری کا حکم واضح لفظوں میں ''قطع ید'' بتایا گیا ہے۔ جنرل صاحب نے قرآن کے اس دوٹوک حکم کے حوالہ سے بھی اپنی ناپسندی کا اظہار کر کے' ڈنکے کی چوٹ پر حکم خداوندی سے اعلان بغاوت کیا اور اسے انتہا پسندی کا نام دے

کر بتنگ دلی بتایا کہ وہ اس حکم کو ہرگز نافذ العمل نہیں کرنا چاہتے۔ اسلام نام ہی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا ہے' عقل کے گھوڑے دوڑانا تقاضۂ اسلام نہیں' بلکہ وہ سیکولرازم ہے جس نے ہر شے کو عقل و قیاس کی کسوٹی پر پرکھنے کے زہریلے جراثیم پھیلائے۔ جنرل صاحب کے اردگرد منڈلانے والے عناصر کا محدود ٹولہ اگر ان کی ہاں میں ہاں ملاتا اور انہی کا راگ الاپتا ہے تو ان کی سیکولر فکر و نظر پر پوری قوم کو قیاس کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ مسلمہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مذہبی اور اسلامی اقدار و تعلیمات پر عمل کرنے والے مسلمان پاکستان میں ہیں۔ دینی اداروں اور مضبوط اسلامی قلعوں کا سب سے بڑا نیٹ ورک پاکستان میں ہے۔ اسلامی علوم وفنون کی تحقیق واشاعت کی سب سے بڑی آماجگاہ بھی سرزمین پاکستان ہے۔ جس سے بدیہی طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں بحمد اللہ مذہبی اقدار پرکاربند اور اپنے اسلامی شعائر کو جذباتی حد تک احترام وعقیدت کی نظر سے دیکھنے والی ایک غیر معمولی اور قابل لحاظ جمعیت موجود ہے' ان کے مقدس اسلامی جذبات واحساسات پر تنقید کے تیر برسا کر' فرسودگی اور قدامت کی پھبتیاں کس کر مجروح کرنا' اخلاقیات کے نقطۂ نظر سے بجائے خود انتہاپسندی کی ایک افسوسناک مثال ہے۔

حقائق بتاتے ہیں کہ پاکستان کو ایک آزاد خیال سیکولر ریاست بنانے کی سازش انتہائی اعلیٰ سطح کی منصوبہ بندی کے بعد شروع ہو چکی ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ سے ملک میں سیکولرازم کی حمایت اور نظریہ پاکستان کی مخالفت میں اٹھنے والی آوازیں ''ٹیسٹ کیس'' کی ایک شاطرانہ چال معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ پاکستان کے قومی شاعر و مفکر علامہ اقبال کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ علامہ اقبال جن کا کہنا ہے:

''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

مقام شکر ہے کہ اس محاذ پر پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لئے ایک انبوہ عظیم سرگرم عمل نظر آرہا ہے اور وہ مخالفین کو علمی اور عملی سطح پر مغلوب کرنے کی توانائیوں سے بھی ایک حد تک مالا مال ہے' اس لئے توقع کی جانی چاہئے کہ پاکستان کی اسلامی سرحدات کی بقا و تحفظ اور سیکولرازم کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں صحیح الفکر اسلامیان پاکستان کی جو جماعت میدان عمل میں اتری ہے' وہ ان تمام منصوبوں کو ناکام بنانے میں کامیاب رہے گی جو اس نظریاتی ملک کو سیکولر بنانے کے لئے عرصے سے جاری ہیں۔

صدر صاحب سے بھی ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ اسلام کی دائمی صداقتوں کو روشن خیالی کا جامہ پہنانے کی سعی لاحاصل میں اپنی توانائی ضائع نہ کریں' ملک کی ترقی کے حقیقی اسباب پر توجہ دیں' یہ دین اپنی اصلی شکل وصورت میں عہد نبویؐ سے لے کر آج تک باقی رہا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے عنوان سے اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنے کے لئے ان سے پہلے بھی کئی حکمرانوں نے کوششیں کی تھیں' لیکن ان میں الحمد للہ! کسی کی سعی بھی کامیاب نہ ہو سکی' البتہ ایسے لوگوں نے اپنی عاقبت ضرور خراب کی اور آج ان کا نام ونشان تک نہیں۔ ان کی تاریخ' عبرت کے لئے کافی ہے اور جو دوسروں سے عبرت حاصل نہیں کرتا' اس کے خود نمونہ عبرت بننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

☆☆......☆☆

بقیہ تأثرات

نصاریٰ کا کہنا ہے کہ اللہ کی معرفت کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ مسیح علیہ السلام کا راستہ ہے' لیکن اب میری والدہ کا سمجھنا ہے کہ اللہ کی معرفت کے متعدد طریقے ہیں اور انہی طریقوں میں سے ایک طریقہ اسلام بھی ہے' الحمد للہ! اس وقت ہمارا خاندان ایک محبت کرنے والا خاندان ہے' اور ہمارے والدین اسلام سے محبت کرتے ہیں۔

س: اسلام کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا ہے آپ اسے پڑھتے ہیں' اس بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

ج: مغربی دنیا کی ایک بڑی مشکل جو میں سمجھتا ہوں وہ اس کا اقتصادی نظام ہے اور یہ نظام غیر اسلامی (نظام پر مشتمل ہے) اسلام کا جہاں تک تعلق ہے تو اسلام صرف عقیدہ ہی میں منحصر نہیں ہے' بلکہ اقتصادیات اور سیاسیات میں بھی اس کا دخل ہے' اسلامی سیاسی اور اسلامی اقتصادی نظام میں سرمایہ داری سکڑ جاتی ہے' کیونکہ سرمایہ داری کی بنیاد سود پر ہے اور اس میں نفع حاصل کرنے والے اور خسارہ میں رہنے والے دو طبقے ہیں' اسلام میں بھی نفع ونقصان اٹھانے والے پائے جاتے ہیں' مگر یہ اللہ تعالیٰ کی طبعی حکمت ہے' فرق یہ ہے کہ ہم نقصان اٹھانے والوں کو نظر انداز نہیں کرتے' جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہوتا ہے' اور یہی ان کی پریشانی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میڈیا کا بڑا طبقہ اسلام کے اسی اقتصادی نظام کی وجہ سے اسلام کی خراب تصویر پیش کرتا ہے' وہ اسلام سے عقائد کی بنیاد پر خوفزدہ نہیں ہے' ہمیں اس کو تسلیم کرنا چاہئے۔

نومسلم محمد الیاس کے تاثرات

ہمارے بھائی محمد الیاس جو برطانوی الاصل نومسلم ہیں‘ کہتے ہیں: برطانیہ کے معاشرہ میں بعض جماعتیں برطانوی الاصل نومسلموں کو اپنے ملک کا خائن سمجھتی ہیں کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنے نصرانی مذہب کو چھوڑ کر باہر سے آئے ہوئے پاکستانیوں اور عربوں کے دین کو قبول کرلیا یعنی دین اسلام کو اپنے سینے سے لگالیا‘ اس مضمون میں شیخ محمد الیاس نے اپنے اسلام لانے کے محرکات کو بیان کرنے کے بعد برطانیہ کے مسلمانوں کے مسائل اوران کے حل کرنے کے طریقہ کار پر روشنی ڈالی ہے۔

س:...... سب سے پہلے ہم بھائی محمد الیاس اریک فوی کو جو برطانیہ کے رہنے والے ہیں خوش آمدید کہتے ہیں‘ اور ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہم آپ سے نصرانیت کو چھوڑ کر اسلام کی طرف منتقل ہونے کے سلسلہ میں گفتگو کرسکتے ہیں؟ کیا ہم آپ سے آپ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں کچھ گفتگو کرسکتے ہیں؟

ج:...... بچپن میں نصرانیت کی شیخ میتھوڈسٹ کے طریقہ پر میری نشوونما ہوئی‘ اس کے بعد میں نے نصرانیت کی تعلیم حاصل کی‘ لیکن عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبدا کو سمجھ نہ سکا‘ جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ) اور کلیسہ کا بڑی بڑی رقوں کا لوگوں پر صرف کرنے کے بجائے لمبی لمبی عمارتیں بنانے پر صرف کرنے کو بھی میں سمجھ نہ سکا‘ میں جب بڑا ہوا تو مجھے علم ہوا کہ شریعت میں شراب پینے کی اجازت نہیں ہے‘ اس وقت میرا سوال تھا کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ملا کہ اللہ کی مشیت یہی

مولانا مسعود حسن حسنی ندوی

ہے کہ لوگ شراب نہ پئیں‘ ابھی میری عمر ۱۴ سال کی ہوئی تھی کہ میں نے ایک رسالہ میں پڑھا کہ کلیسہ نے شراب پینے کے قیود کے سلسلہ میں نرمی کردی ہے۔ یہ عجیب بات تھی‘ میں اس بات کو سمجھ نہ سکا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوچکا ہے تو انسان اس کے حلال کرنے کی کیسے جرأت کرسکتا ہے‘ اس چیز نے میرے ذہن میں نصرانیت کے بنیادی افکار کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کئے‘ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرا تعلق نصرانی خاندان سے تھا اور میں عیسائی شہر میں زندگی گزار رہا ہوں‘ پھر میں انگلیکن چرچ سے وابستہ ہوگیا۔

اب مجھ پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ میں جھوٹ میں زندگی گزار رہا تھا‘ میرا ایمان صرف اللہ تعالیٰ کے وجود پر تھا نہ کہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ کے بیٹے کے وجود پر‘ اسی طرح تمام انبیاء و رسولوں پر بھی میں ایمان رکھتا تھا لیکن یہ عقیدہ نہیں رکھتا تھا کہ ان انبیاء و رسل میں سے کوئی ایک اللہ کا شریک بھی ہوگا‘ اس طرح میں نے نصرانیت کو خیر باد کہا (اب مسئلہ یہ تھا کہ میں کس دین میں داخل ہوں) اس لئے کہ یہاں کوئی دوسرا مذہب نہیں تھا‘ جس کی طرف میں متوجہ ہوتا‘ یہ وہ وقت تھا کہ مسلمان انگلینڈ میں نئے تھے اور ان کا تعلق محنت کش غریب طبقہ سے تھا‘ وہ انگریزی زبان میں اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی پر اچھی قدرت نہیں رکھتے تھے‘ اور یہاں اسلام کی دعوت کا کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا‘ میں نے ہندو مذہب اور بدھ مت اور اس کے علاوہ دوسرے فلسفات کا مطالعہ کیا‘ لیکن مجھے اطمینان نہیں ہوا‘ اس صورتحال کے بعد میں اس شخص کے مانند تھا جو اللہ سے ڈرتا بھی ہے اور اللہ کی طرف متوجہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی مذہب نہیں ہے‘ جب میں ۲۷ سال کی عمر کو پہنچا تو نئے سرے سے میں نے مذاہب کی تحقیق شروع کی‘ اب میں ایسے متعدد مسلمانوں سے واقف ہوا جو اپنے مذہب کی موثر زبان میں دعوت دیتے تھے‘ اور اپنے دین کی نشرواشاعت میں دلچسپی رکھتے تھے۔

بعض مسلمان داعیوں سے بھی میری ملاقات ہوئی‘ میں نے ان کے سامنے اپنے کچھ سوالات رکھے جن کا انہوں نے مجھے اطمینان بخش جواب دیا‘ پھر ایک مسلمان خاتون سے بھی میں نے ملاقات کی اور ان سے کچھ سوالات کئے اور ان سے میرا بنیادی سوال روزہ کے بارے میں تھا

کہ ہم رمضان کے مہینہ میں روزے کیوں رکھتے ہیں؟ یہی سوال بعض مسلمانوں سے میں پہلے بھی کر چکا تھا' انہوں نے مختلف جوابات دیئے' کسی نے کہا کہ ہم روزہ صحت کے لئے رکھتے ہیں' کیونکہ وہ صحت کے لئے مفید ہے' بعض نے کہا کہ علماء کہتے ہیں کہ بدن کی صحت کے لئے روزہ مفید ہے اس وجہ سے ہم روزہ رکھتے ہیں' بعض کا کہنا تھا کہ روزہ نفس کو کنٹرول کرتا ہے' لیکن جس وقت میں نے اس مسلمان خاتون سے پوچھا کہ آپ روزہ کیوں رکھتی ہیں' ان کا جواب تھا کیونکہ اس کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے' ان کے اس جواب کے بعد ہمارے درمیان دعوتی خطوط کا سلسلہ جاری ہوگیا' اسی دوران اس خاتون نے مجھے قرآن کریم کا ایک نسخہ اور اسلام سے متعلق بعض کتابیں دیں' ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد میں سمجھ گیا کہ یہی صحیح دین ہے اور یہی دین ہمارے لئے مناسب ہے' اس خاتون کا جواب کہ ایمان کی بنیاد پر انسان روزہ رکھتا ہے کیونکہ یہ خدا کا حکم ہے یہ جواب بنیادی قول کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی جواب سے میں متاثر ہوا کیونکہ روزہ رکھنا خدا کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وہی حکم ہے' اللہ کے حکم کو بدلنا کسی انسان کے لئے ممکن نہیں جب کہ نصرانیت میں ہوتا رہتا ہے' یہی وجہ تھی کہ میں نے مسلمان ہونا چاہا' لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ میں کیسے مسلمان ہوں؟ خاتون نے اسلام قبول کرنے کے لئے میری صحیح سمت کی طرف رہنمائی کی اور اس کے بھائی نے بھی میری مدد کی' اس کا بھائی مجھ کو مسجد کے امام کے پاس لے گیا' اس طرح میں نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرلیا' اور اسلامی شعائر کا پابند مسلمان ہوگیا' اور اس خاندان کا (جس نے اسلام کی طرف میری رہنمائی کی تھی) گہرا دوست بن گیا اور میں نے اللہ کے فضل وکرم سے اسی مسلمان خاتون سے شادی کی جس نے مجھے اسلام کی دعوت دی تھی' اور ہم دونوں کو شادی کئے ہوئے ۱۸ سال ہوچکے ہیں اور ہمارے اس وقت چار بچے ہیں۔

س: خاتون کس ملک سے تعلق رکھتی ہیں؟

ج: وہ خاتون ملاوی میں پیدا ہوئیں وہ اصلاً ہندوستانی ہیں' وہ افریقی ملک میں پیدا ہوئیں' میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسلامی نقطہ نظر سے بہت زیادہ کھلے ذہن کی ہیں' اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یورپین کی طرح آزاد ہیں بلکہ وہ بڑی مہذب اور ذہین خاتون ہیں اور ان کا عقیدہ فہم و درایت پر مبنی ہے' صرف عادی یا ماحول میں رہنے کی وجہ سے مسلمان نہیں ہیں' الحمدللہ میں ۱۸ سال سے مسلمان ہوں اور اللہ کی مدد سے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل فرمایا ہے اور مجھے وفا شعار ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا مجھ پر جو فضل رہا ہے' اسے میں ذہن میں رکھتا ہوں اور اپنے سلسلہ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ میں دین کا داعی بنوں اور مجھ پر جو اللہ تعالیٰ کے انعامات رہے ہیں' ان پر شکر کروں اور جس طرح لوگوں نے مجھ کو اسلام کی راہ دکھائی میرا بھی فرض ہے کہ میں بھی لوگوں کو اسلام کی راہ دکھاؤں' اگر میں ایسا کروں گا تب انشاء اللہ میرے ایمان کا رتبہ بلند ہوگا۔

س: خاندان اور اولاد کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

ج: شروع میں میری والدہ کہتی تھیں کہ یہ ایک مرحلہ ہے جو ختم ہوجائے گا' اس مرحلہ کو وہ ایک شوق تصور کرتی تھیں اور اس کو بچپن کے شوقوں پر قیاس کرتی تھیں' مثلاً مجھے بچپن میں مچھلی کے شکار کا شوق تھا اور یہ مچھلی کے شکار کا شوق صرف ایک سال رہا پھر دوسرے سال مچھلی کے شکار کے شوق کی جگہ موٹر سائیکل کی سواری کے شوق نے لے لی' یہی وجہ تھی کہ والدہ میرے اسلام کو بھی ایک فیشن تصور کرتی رہیں جو کچھ عرصہ کے بعد بدل جائے گا لیکن والدین نے میرے اسلام کے سلسلہ میں پہلی مرتبہ اس وقت منفی رویہ اپنایا جب میں نے اپنا نام محمد الیاس رکھا۔

س: آپ کا پہلا نام کیا تھا؟

ج: میرا پہلا نام ایان جارج تھا' پھر میں نے اسے بدل کر محمد الیاس رکھا' الیاس رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ابتداء لاطینی حرف (آئی) سے ہوتی ہے' اس کی وجہ سے نام کے شروع لفظ کی تبدیلی نہیں ہوئی' اس کی وجہ سے بینک کے کھاتہ کو تبدیل نہیں کرنا پڑا' محمد کا اضافہ میں نے اس لئے کیا کہ مجھے یاد رہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کیا ہے' پھر میں نے فوراً ہی نصرانیوں کو دعوت دینا شروع کی' سب سے پہلے میں نے ادیان ابراہیمی میں مشترک چیزوں کا ذکر کرنا اور ان پر بحث ومباحثہ کرنا شروع کیا۔

میں اپنے والدین کو ان مناظروں میں شرکت کی دعوت دیتا تھا' میرے والدین اگرچہ نصرانی رہے' لیکن وہ سخت پابند نصرانی نہیں تھے' جہاں تک میری والدہ کا تعلق ہے تو میں نے ان پر واضح کردیا اور انہوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی معرفت کا صرف ایک ہی راستہ نہیں ہے' جب کہ

(باقی صفحہ 23)

حافظ احمد بخش بھی اللہ کو پیارے ہوگئے

مولانا محمد علی صدیقی

شاعر ختم نبوت سید محمد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا غم بالکل تازہ تھا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ جناب حافظ احمد بخش شجاع آبادی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۲/اگست کی شام ملتان دفتر ختم نبوت فون کیا تو عزیزم جمال عبدالناصر شاہد نے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی والدہ محترمہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ مولانا حافظ احمد بخش شجاع آبادی کے انتقال کی افسوسناک خبر دی' حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب سے فون پر تعزیت کی۔ ابھی یکم رجب کی تو بات ہے ملتان دفتر میں سہ ماہی میٹنگ میں حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی' ۸/شعبان چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے لئے احباب کی تشکیل شروع ہوئی تو محترم حافظ صاحب کا نام سرفہرست تھا کہ کانفرنس سے چندرہ دن قبل تیاری کے لئے آئیں۔ مولانا بشیر احمد صاحب ناظم تبلیغ کے رحیم یار خان کے لئے دورہ طے ہوا۔ حافظ صاحب ۲۱/اگست کو لاہور تشریف لے گئے' انجو گرافی کے لئے لیکن ۲۲/اگست کو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے سب جماعتی ساتھیوں کو حیران چھوڑ کر چلے گئے۔ حافظ صاحب کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی' ۲۵ سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں کام کیا' آپ کے ہم درس (حضرت مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان) کے پاس شہید ختم نبوت مولانا نذیر احمد تونسویؒ اور مولانا عبدالعزیز لاشاری تھے۔ حافظ قرآن و عالم دین بھی تھے لیکن مشہور حافظ احمد بخش کے نام سے ہوئے۔ شجاع آباد کے رہنے والے تھے اور بہت ہی اچھے خطیب تھے' حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی مسجد میں حضرت قاری صاحب کے جانشین مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر جب شجاع آباد ہوتے تو جمعۃ المبارک کا خطاب کرتے۔

اب حافظ صاحب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن گزشتہ احباب اور بزرگوں کی طرح ان کی یادیں اور واقعات ہمیشہ ہمارے درمیان موجود رہیں گے۔ جماعتی احباب چناب نگر کانفرنس میں خوب یاد کریں گے۔ اللہ کا یہ فضل و کرم ہے کہ حافظ صاحب نے اولاد نیک صالح چھوڑی ماشاء اللہ چاروں بیٹے حافظ قرآن' دو پوتے حافظ قرآن' نواسے بھی حافظ قرآن ہیں۔ حافظ صاحب کا انتقال لاہور میں ہوا' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عزیز الرحمن ثانی جنازہ کے ہمراہ آئے نماز جنازہ بقیۃ السلف مفکر ختم نبوت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے پڑھائی۔ رحیم یار خان سے بہت سے جماعتی احباب نے ایک قافلہ کی شکل میں شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حضرت مولانا بشیر احمد مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مولانا محمد اسحاق ساقی' مولانا عزیز الرحمن ثانی' جمال عبدالناصر' محمد طفیل رانا' عزیز الرحمن رحمانی' صاحب نے شرکت کی۔ حافظ صاحب کا اصلاحی تعلق امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تھا۔ راقم الحروف' مولانا محمد نذر عثمانی اور مولانا محمد حسین ناصر اور دیگر حضرات جنازہ کی سعادت حاصل نہ کر سکے لیکن حافظ صاحب کے لئے اپنے جماعتی احباب میں قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے درجات بلند کرے آمین اور ہمیں حافظ صاحب کا بدل عطا فرمائے ہمارا رحیم یار خان کا جماعتی حلقہ خالی ہو گیا ہے' جہاں حافظ صاحب کے رشتہ دار تعزیت کے مستحق ہیں' وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین اور خصوصاً رحیم یار خان کے رفقاء بھی جن کے ساتھ حضرت حافظ صاحب کا ایک طویل عرصہ بہت ہی احسن انداز میں گزرا ان میں ہمارے حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب رحمہ اللہ کا حلقہ بھی ہے اور خانقاہ دین پور شریف کے حضرات جن کی از حد شفقت حافظ صاحب پر تھیں کہ ختم نبوت کانفرنس میں تشریف لاتے تو حضرت میاں سراج احمد دین پوری دامت برکاتہم' حضرت میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ کی مکمل سرپرستی ہوتی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ' نائب امیر حضرت سید نفیس شاہ الحسینی صاحب مدظلہ' ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری' صاحبزادہ عزیز احمد' صاحبزادہ طارق محمود' مولانا بشیر احمد' مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' مولانا خدا بخش شجاع آبادی' مولانا سعید احمد جلال پوری' مولانا احمد میاں حمادی' مولانا محمد نذر عثمانی' راقم الحروف' مولانا محمد حسین ناصر' مولانا خان محمد کندھانی' مولانا محمد طیب' مولانا راشد مدنی' مولانا محمد اسحاق ساقی' مولانا محمد قاسم رحمانی' مولانا عزیز الرحمن ثانی' مولانا عبدالرزاق مجاہد' مولانا عبدالحکیم نعمانی' مولانا فقیر اللہ اختر' مولانا قاضی احسان احمد' مفتی محمود الحسن' ڈاکٹر دین محمد فریدی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دیگر مبلغین اور کارکنان نے حافظ صاحب کی بلندی درجات کی دعا کی۔ ☆.....☆

یہ دستور کُہن بدلا نہ جائے

سید امین گیلانی

جدھر ان کا نشانِ پا نہ جائے — کسی منزل کو وہ رستا نہ جائے
اُسے ملنے کی کوشش کررہا ہوں — جسے دیکھوں تو وہ دیکھا نہ جائے
نہیں سودائے بے شک اہل دانش — مرے سر سے ترا سودا نہ جائے
یہی اک فکر، دنیا دار کو ہے — کہ اس کے ہاتھ سے دنیا نہ جائے
ہر اک بت کو خدا کہنا پڑے گا — خدا کو اک اگر مانا نہ جائے
گریباں چاک میں کیوں کررہا ہوں — انہیں پوچھیں مجھے روکا نہ جائے
بنا ڈالے گا وہ بستی کو صحرا — جو دیوانہ سوئے صحرا نہ جائے
انا الحق کہہ رہا ہوں، سر اڑا دو — یہ دستور کُہن بدلا نہ جائے
جہاں ہو شمع روشن کب ہے ممکن — وہاں سے زندہ پھر پروانہ جائے
یہ دنیا رہگزر ہے گھر نہیں ہے — یہاں چلتے رہیں سویا نہ جائے
وفا یہ ہے وفا کر اس سے تو خواہ — وفا کو بھی وفا سمجھا نہ جائے
اگر ایمان ہو لاتقنطو پر — گناہگاروں کو کیوں بخشا نہ جائے
خفا ہو مانگنے والوں سے داتا — نہیں ایسا کبھی سوچا نہ جائے
اسی میں بندگی کا گُر ہے پنہاں — کسی بندے کا دل توڑا نہ جائے

عداوت مول لے کر ظالموں سے
امیںؔ تو بے خطا مارا نہ جائے

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام

دو روزہ 24 ویں سالانہ عظیم الشان ختمِ نبوت کانفرنس چناب نگر

29 30 ستمبر 2005 بروز جمعرات جمعۃ المبارک بمقام مسلم کالونی چناب نگر

کانفرنس کے چند عنوانات

- توحید باری تعالیٰ
- سیرت خاتم الانبیاء
- مسئلہ ختم نبوت
- حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام
- عظمت صحابہ و اہل بیت
- اتحاد امت
- قادیانیت اور اسلام
- قادیانیت کے عقائد و عزائم
- مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور ان کی دہشت گردی
- رد قادیانیت اور جہاد

جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ، قائدین دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے
اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے

زیر سرپرستی
شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان
حضرت اقدس مولانا
خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی
امیرِ مرکزیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

سالانہ ردِ قادیانیت و عیسائیت کورس مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں [illegible] شعبان تا ۲۵ شعبان منعقد ہوگا (انشاء اللہ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
مسلم کالونی چناب نگر
تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

رابطہ
چناب نگر: 04524-212611
ملتان: 061 - 514122